در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگارِ حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

الحسن پشاور

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۵۱-۲۵۲ جلد نمبر ۲۱

اپریل ۲۰۰۳ء صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے عنوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت رسول مقبول ﷺ	ڈاکٹر خالد عباس الاسدی مدنی	۴
۳	خطبات الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۵
۴	قطعہ سال ولادت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	محمد عبد القیوم طارق سلطانپوری	۲۵
۵	شہ لولاک ﷺ معراج کے آئینہ میں	الحاج صوفی مشتاق احمد	۲۶
۶	نوجوانوں کے نام بلگرامی صاحب کا پیغام	ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی	۴۸
۷	غزل	حبیب جالب	۵۵
۸	اسلام میں علم کا مقام	پروفیسر غلام مصطفیٰ	۵۶
۹	گمشدہ ڈائری کا ایک ورق	علاء الدین عدیم	۵۹
۱۰	ہیپاٹائٹس	نور صبا	۶۰

شذرہ

مسئلہ کشمیر، قوم کو اعتماد میں لینے کی ضرورت

اقبال ریاض

مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے پاکستان اور بھارت کے وزرائے اعظم کے درمیان ایک بار پھر بات چیت اور مذاکرات ہونے والے ہیں۔ اگر چہ اس سلسلہ میں حتمی طور پر کوئی وقت طے نہیں ہوا، نہ ہی یہ معلوم ہو سکا ہے کہ یہ مذاکرات کب، کہاں اور کس طرح منعقد ہوں گے۔ بہر حال حالات کے پیشِ نظر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ برف پگھلنے والی ہے۔

باخبر حلقوں کے مطابق اس میں شک نہیں کہ بھارت کی طرف سے مسئلہ کشمیر کے حل کے سلسلہ میں مذاکرات پر آمادگی میں امریکی کوششوں کا بھی دخل ہے ورنہ بھارت اب تک اسے اپنا اٹوٹ انگ قرار دے کر متنازعہ مسئلہ تصور کرنے سے ہی انکار کرتا رہا ہے اور اپنی ہٹ دھرمی اور فوجی قوت کے بل بوتے پر نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے آزادی کیلئے جدوجہد کرنے والے کشمیریوں کے قتل عام میں مصروف ہے اور اپنے مربی امریکہ کی طرح ہی کی ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے اصول پر عمل پیرا ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کیلئے اب تک مختلف سطحوں پر کئی بار پاک بھارت مذاکرات ہو چکے ہیں لیکن نتیجہ ''نشستند و گفتند و برخاستند'' کے سوا کچھ برآمد نہیں ہو سکا۔ جبکہ دوسری طرف کشمیریوں پر ظلم وستم اور بربریت کا بازار باقاعدہ گرم رہا ہے اور بھارتی غلامی سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد کرنے والے کشمیری مجاہدین کو ''دہشتگرد'' اور ''دراندازی'' قرار دے کر اس تحریک کو کچل دینے کی بھی کوشش کی جاتی رہی ہے جو کہ ناکام ثابت ہوئی ہے۔

جہاں تک پاکستان اور بھارت کے درمیان اس اہم ترین مسئلہ کے حل کیلئے امریکی کوششوں کا

تعلق ہے تو یہ بات کوئی مخفی نہیں کہ برطانیہ اور امریکہ ہی اپنے مخصوص مفادات کی خاطر یہ مسئلہ پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں اور اب اگر وہی اسے حل کرانے کی خواہش رکھتے ہیں تو بھی ان کی طرف سے ڈنڈی مارنے کا احتمال ضرور ہو سکتا ہے کہ وہ بھارت کو اسرائیل دوستی کی بنا پر بھی ناراض نہیں کرنا چاہتے جبکہ بھارتی وزیراعظم اپنے انتہا پسند ساتھیوں کی وجہ سے کبھی کبھار پاکستان پر دراندازی کا الزام لگا اس مسئلہ کو الجھانے کی بھی کوشش کرتے رہے ہیں ورنہ دنیا بخوبی جانتی ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں موجود شہیدوں کے وسیع قبرستان دراندازی کا نتیجہ نہیں ہو سکتے بلکہ یہ ان پچاسی ہزار کے قریب حریت پسندوں کے قبرستان ہیں جو بھارتی غلامی کا جوا اتارنے کی جدوجہد میں چنگیزیت اور بربریت کا نشانہ بن چکے ہیں۔

بہر حال مسئلہ کشمیر پر بات چیت کی بھارتی پیشکش خوش آئند بات ہے۔ دعا کرنی چاہئے کہ یہ مسئلہ کشمیریوں کی جدوجہد اور ان کی مرضی کے مطابق حل ہو جائے اور دونوں ہمسایہ ممالک بھی اپنے عوام کی بہبود اور ترقی کی طرف توجہ دے سکیں۔ تاہم اس سلسلہ میں اس امر کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے کہ بات چیت کیلئے میز پر بیٹھنے سے پہلے قوم کو اعتماد میں لینا بے حد ضروری ہے۔ پوری قوم پشت پر ہو تو مذاکرات تبھی کامیاب ہو سکتے ہیں ورنہ اختلافات کی صورت میں جو حشر ہوتا ہے وہ کسی محبِ وطن سے مخفی نہیں ہے۔

بھارتی وزیراعظم کی طرف سے یہ کہنا کہ ان کی یہ پیشکش اس مسئلہ کے حل کی ایک آخری خواہش ہے حالات کے تقاضے کا سبب معلوم ہوتی ہے ورنہ اس سے قبل وہ خود اور ان کے انتہا پسند ساتھی مختلف حیلوں بہانوں کے ذریعہ اس مسئلہ سے جان چھڑانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس پیشکش میں کچھ خلط ملط بھی ہے یا اس کا انجام بھی آگرہ ملاقات کی طرح ہو گا جہاں آخری وقت پر مشترکہ اعلامیہ کو بھی روک لیا گیا تھا۔

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ڈاکٹر خالد عباس الاسدی مدنی

سرکار کے قدموں میں ہے مجھ ایسا گنہگار
ہیں بندۂ عاصی کے شفاعت کے یہ آثار

آہوں نے لکھا گردشِ دوراں پہ محمد
گلنار ہوئے جاتے ہیں امید کے رخسار

میں شوقِ عقیدت سے ہر اک چیز کو دیکھوں
گز کہ جالی ہو وہ منبر ہو کہ مینار

اقرارِ خدا اس کے مقدر میں نہیں ہے
جو شانِ رسالت کا ذرا بھی کرے انکار

ہر اک کو عطا کیجئے عرفاں مرے آقا
ہر اک پہ کھلیں آپ کی تقدیس کے اسرار

بن جائے خموشی مری عکاسِ مطالب
یا حرف کی صورت ہو مرے کرب کا اظہار

جو سارے جہاں کیلئے رحمت ہیں خدا کی
خالدؔ کیلئے بھی ہیں وہی مونس و غمخوار

خطبات الحسنیہ

(میلادِ رسولِ کریم ﷺ)

مدیر اعلیٰ

مرتبہ: حاجی منظور الٰہی قادری

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ --- بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم ۶۸: ۴)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ ۰ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (التوبہ ۹: ۱۲۸ تا ۱۲۹)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ط فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ط اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ (الکوثر)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَ کَانَ اللهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (الاحزاب ۳۳: ۴۰) اِنَّ اللهَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللهِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللهِ -سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ط وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ط وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط

محمد عربی کآبروئے ہر دو سرا است | کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سر او
محمد سرِ قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے | شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
مبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لے آئے | جنابِ رحمت للعالمیں تشریف لے آئے

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ وعز اسمہ اپنے پیارے حبیب جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل مجھے اور آپ کو اپنے پاک کلام کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا اور آخرت میں حضور ﷺ کا دستِ رحمت ہمارے ہاتھ سے نہ چھوٹے --- آمین!

طبیعت کے خلاف آج میں نے ابتداء میں کچھ شعر آپ کو سنائے۔ شوق کیسے پیدا ہوا؟ آج قرآنِ حکیم کے درس کے موقع پر حضور ﷺ کی ولادت پاک کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ تشریف لائے تو مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، تمام صحابہ کرام ﷺ حضور ﷺ کے گرد جمع تھے۔ حضرت عباس ؓ (پیارے محبوب ﷺ کے چچا) کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے حضور آپ کی اجازت ہو تو آپ ﷺ کی مدح بیان کروں! اجازت ہو تو آپ کی نعت خوانی کروں! حضور پاک ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس ؓ سے فرمایا ہاں ہاں مدح خوانی کریں! آج ہمیں نعت کے اشعار سنائیں! حضور نے کیا فرمایا اے اللہ جل جلالہ عباس ؓ کے منہ کو سالم رکھ۔ آج اسی محبت سے میں نے چند شعر آپ کو سنائے، طبیعت کے برخلاف۔ میں کبھی خطبہ کے آغاز میں شعر نہیں پڑھتا مگر نہیں! جب حضرت عباس ؓ نعت خوانی کرتے ہیں تو ان کی سنت پر ہم بھی کیوں نہ عمل کریں۔

سارا قرآن کریم الحمد شریف سے والناس تک چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیات قرآنِ حکیم کی، تمیں پارے قرآنِ حکیم کے پیارے محبوب ﷺ کی نعت ہے۔ پیارے محبوب کی تعریف ہے، پیارے محبوب ﷺ کی زندگی ہے، چلتی پھرتی زندگی سارا قرآن، الحمد سے والناس تک جہاں سے اٹھا کر دیکھو پیارے محبوب ﷺ کی تعریف۔ قران کریم پیارے محبوب کی اور صاحب قرآن یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ پیارے محبوب ﷺ کی تعریف کرتا ہے، پیارے محبوب ﷺ کی نعت بیان کرتا ہے تو پیارے محبوب ﷺ کے امتی کا کمال درجہ یہ فرض ہے کہ وہ حضور ﷺ کی نعت بیان کرتا رہے،

حضور ﷺ کی تعریف بیان کرتا ہے، حضور ﷺ کی عظمتوں کو بیان کرتا ہے، حضور ﷺ کے نفس یعنی سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تعریف بیان کرتا ہے، امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی تعریف کرتا ہے، سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی تعریف بیان کرتا ہے، حضور ﷺ کے گھر کی تعریف حضور ﷺ ہی کی تعریف ہے۔

پیارے محبوب ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ پیارے محبوب ﷺ کا میلاد ان شاء اللہ آپ کے سامنے پیش کروں گا، اسی لئے یہاں جمع ہیں۔ آج کی رات ۹ ربیع الاول کی رات ہے۔ ہماری تحقیق یہی ہے کہ حضور پاک ﷺ ۹ ربیع الاول کی صبح صادق کے وقت دنیا میں تشریف لائے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضور ﷺ اسی برس پیدا ہوئے جس برس ابرہہ نے ہاتھیوں سمیت مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی۔ اپنے پیارے محبوب ﷺ کی زندگی کو سنو اور پڑھو۔ ہماری بڑی غفلت ہے اور ہماری غفلت کا نتیجہ کیا ہے؟ ہماری غفلت کا نتیجہ یہ ہے کہ ایمان کے ڈاکو آ کر ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، یہ ہماری غفلت کا نتیجہ ہے، ہماری اپنی بے خبری کا نتیجہ ہے، اگر ہم بے خبر نہ ہوں تو کوئی ہمیں دھوکہ دے سکتا ہے؟ اگر ہم سوئے ہوئے نہ ہوں تو کوئی ہمارے گھر چوری کر سکتا ہے؟ کوئی نہیں! بلکہ ہم خود سوئے ہیں، ہمیں معلوم ہی نہیں۔

عرض کر رہا تھا کہ پیارے محبوب ﷺ اس برس پیدا ہوئے جس برس ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ پر حملہ کیا۔ پیارے محبوب ﷺ پیدا ہوئے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو مکہ کو بچانا تھا کیونکہ پیارے محبوب ﷺ پیدا ہوئے۔ بہانہ تھا کسی کا، کعبہ کی حفاظت کا مگر نہیں مکہ کو جس نے زینت بخشی تھی کعبہ کو اس کی حفاظت کرنا تھی۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے ابابیل کے ذریعہ کنکریاں مار کر ابرہہ کے ہاتھیوں کو تباہ و برباد کر دیا کہ میرا پیارا محبوب ﷺ پیدا ہوا اور تم کعبۃ اللہ پر حملہ کرنے آئے ہو۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۞ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۞ وَ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۞ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۞ وَ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۞

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۞ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۞

ترجمہ: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا، کیا ان کا داؤ تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں (فوجیں) بھیجیں کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی (بھوسہ) --- (ترجمہ از کنز الایمان)

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝ اے پیارے محبوب آپ نے نہیں دیکھا، اے قرآن پڑھنے والو تم نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے اصحاب الفیل سے کیا کیا، ہاتھی والوں سے کیا کیا۔ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝ وَ اَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝ کیا ان کی چال ضائع نہ کردی اور ان پر پرندے بھیجے۔ تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ جو اپنے پنجوں میں کنکریاں پکڑے ہوئے تھے اور انہیں مارتے ہی انہیں تباہ و برباد کردیا۔

اس عام الفیل کے برس پیارے محبوب ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ پیارے محبوب ﷺ ربیع الاول شریف کے مہینے میں تشریف لائے۔ پیارے محبوب ﷺ پیر کے دن تشریف لائے۔ پیارے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا دیکھو اس پیر کے دن کی قدر کرو۔ پیر کے دن کی قدر کرو، کیسے قدر کرو، کیوں قدر کرو؟ اس لئے قدر کرو کہ اس دن میں (حضور ﷺ) پیدا ہوا! اور فرمایا کس طرح قدر کرو؟ اس طرح قدر کرو کہ اس دن روزہ رکھا کرو، پیر کے دن روزہ رکھا کرو کیونکہ پیر کے دن میں پیدا ہوا۔ پیارے محبوب ﷺ نے اپنی ولادت خود منائی اور پیارے محبوب ﷺ کی ولادت وہ مناتا ہے جس پر خدا کا فضل ہوا اور وہ جو خدا کے فضل سے محروم ہے وہ کیا منائے گا اور وہ کیا جانے کہ پیارے محبوب ﷺ کی ولادت کیا ہے؟ ربیع الاول شریف کے مہینے میں پیر کے دن عام الفیل کے برس پیارے محبوب ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔

آج پیارے محبوب ﷺ کی ذاتِ مبارک کے متعلق آپ کو بتاؤں، قرآنِ حکیم نے ارشاد فرمایا

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ (المائدہ ۵ : ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (ترجمہ از کنز الایمان)

تمہارے پاس نور آیا، کیا آیا؟ نور آیا، کس نے کہا قرآنِ حکیم نے کہا کہ تمہارے پاس نور آیا۔

صاحب الجلالین نے فرمایا (جو درس میں جلالین کی کتاب نہیں پڑھتا عالم نہیں بن سکتا، کیا ایک شخص بی اے پاس نہیں کرے گا تو وہ گریجویٹ کہلائے گا، اگر دسویں پاس نہ کرے تو میٹریکولیٹ کہلائے گا؟ کبھی بھی نہیں! اسی طرح جب تک جلالین نہیں پڑھے گا عالم نہیں کہلائے گا) اور اس طرح جلالین میں لکھا ہے کہ قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۔ صاحب جلالین نے لکھا ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اس نور سے مراد حضور نبی کریم ﷺ ہیں

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ --- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَ اللّٰہ

ہماری محفل الحمدللہ بڑی پاک محفل ہے، یہ بڑی برکت والی محفل ہے، اللہ تعالیٰ کے گھر میں ہم پیارے محبوب ﷺ کا ذکرِ خیر کر رہے ہیں اور یہاں حضور پاک ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں درود وسلام کا تحفہ پیش کرتے ہیں، اس لئے جمع ہوئے ہیں۔ کئی اور محفلیں بھی ہوتی ہیں لیکن یہ ہماری محفل پاک اور بزرگ صرف اس لئے ہے کہ اس میں کوئی ریا نہیں، کوئی دکھاوا نہیں۔ صرف ایک بات ہے کہ ہم پیارے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں درود وسلام کا تحفہ پیش کریں، محبت کا اظہار کریں اور حضور ﷺ ہم سے راضی ہو جائیں۔

پیارے محبوب ﷺ کی بڑی شانیں ہیں --- اللہ، اللہ! ایک شان پیارے نبی ﷺ کی اس آیہ کریمہ میں ہے جو میں نے پڑھی کہ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ ایک شان پیارے نبی ﷺ کی یہ ہے یعنی غیب کی خبریں دینے والا۔ نبی کا معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا، نبی کسے کہتے ہیں، غیب کی خبریں دینے والے کو، نبی کے معنی کیا ہیں؟ غیب کی خبریں دینے والا۔

یاد رکھو! ذہن کو صاف رکھو، یہاں پر ایک بات آپ کو سمجھا دوں، اکثر لوگ جن کے عقیدے صحیح نہیں ہیں وہ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ پیشگوئی کرتے ہیں، سمجھ لیا! جب بات ہوتی ہے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ پیشگوئی کی ہے، حضور ﷺ نے یہ پیشگوئی کی ہے! اپنی اپنی کتابوں میں اپنے آپ کو بڑے بڑے مفکرِ اسلام کہنے والے لوگ، مدبرِ اسلام کہلوانے والے بڑی

بڑی کتابیں لکھنے والے جب پیارے محبوب ﷺ کا مقام بیان کرنے بیٹھتے ہیں تو ڈگمگا جاتے ہیں، لغزش کھا جاتے ہیں اور یہاں آ کر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے پیشنگوئی کی۔۔۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ!

حضور ﷺ آنے والے مستقبل کی خبر دینے والے تھے، ہاں آنے والے وقت کی خبر دینے والے تھے۔ پیشنگوئی نجومی کرتا ہے، پیشنگوئی جوتشی کرتا ہے، پیشنگوئی حساب دان کرتا ہے مگر جو آنکھوں سے دیکھتا ہے، واقعہ بیان کرتا ہے، سمجھ گئے! پیارے محبوب ﷺ تمام واقعہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرماتے تھے اور پھر کس طرح دیکھتے تھے۔ قرآن پاک بیان فرماتا ہے جو حضور ﷺ نے دیکھا جو پیارے محبوب ﷺ نے دیکھا حضور ﷺ کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝ (النجم ۵۳:۱۱) ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا (ترجمہ از کنز الایمان)

اللہ جل جلالہ قرآن پاک سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ ہم قرآن پاک پڑھیں جب ہم قرآن پاک پڑھیں گے تو ہمیں پتہ چلے گا کہ پیارے محبوب ﷺ کا کیا مقام ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰی ۝ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ (النجم ۵۳:۱ تا ۴)

ترجمہ: اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اس چمکتے ہوئے ستارے کی قسم، مجھے اس ستارے کی قسم جو اس دنیا میں آ گیا ہے۔ ایک حدیث میں اس طرح آتا ہے کہ حضور ﷺ نے جبریئل امین علیہ السلام سے پوچھا تمہاری کیا عمر ہے؟ تو اس نے عرض کیا حضور مجھے یاد نہیں کہ میری عمر کیا ہے؟ پھر حضور ﷺ نے فرمایا جبریئل علیہ السلام سے ایک ستارے کے متعلق کہ کیا تم نے وہ ستارہ دیکھا تھا؟ اس نے کہا کہ حضور ہاں میں نے وہ ستارہ دیکھا جو ستر ہزار سال تک چمکتا رہا پھر ڈوب گیا پھر ستر ہزار سال کے بعد طلوع ہوا اور اس طریقہ سے میں نے کوئی بہتر ہزار مرتبہ اسے دیکھا ہے۔ تو پیارے محبوب ﷺ نے اپنی انگلیاں مبارک اپنی پیشانی اقدس کے اوپر پھیر لیں، جب پھیر لیں تو کشف ہو گیا حضرت جبریئل علیہ السلام کو اور وہ

ستارہ حضور پاک ﷺ کی پیشانی مبارک پر اسی طرح چمکتا ہوا دکھائی دیا تو فوراً حضرت جبریئل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ ستارہ تو آپ ہی ہیں -- اللہ اکبر، اللہ اکبر!

اب آپ غور فرمائیں کہ پیارے محبوب ﷺ کا نورِ مبارک کس وقت سے تھا، کوئی گن سکتا ہے، کوئی شمار کر سکتا ہے، کوئی بیان کر سکتا ہے، کوئی سوچ سکتا ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں، انصاری ہیں، بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ اے پیارے محبوب ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ تمام علماء نے اپنی کتابوں میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ عبدالرزاق نے اپنی سند سے ذکر کی ہے اور عبدالرزاق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ انہوں نے اپنی سند سے یہ حدیث مبارک ذکر کی ہے اور تمام علماء نے متفقہ طور پر اسے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے خواہ وہ جس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلام کے اندر جو حدیث کو ماننے والے ہیں وہ جس فرقہ سے بھی ہو چاہے وہ شیعہ ہے، چاہے سنی ہے، چاہے دیوبندی ہے، چاہے بریلوی ہے، چاہے صوفی ہے غرض وہ جس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے اپنی کتابوں میں اسے نقل کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا اے جابر! اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا، سب چیزوں سے پہلے! فرمایا نہ جنت تھی اس وقت نہ دوزخ تھی اس وقت، نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی، نہ فرشتے تھے، کوئی چیز بھی نہیں تھی، کوئی شے نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔ غور فرمایئے! جس وقت کچھ بھی نہیں تھا اس وقت ہمارے پیارے نبی ﷺ کے نور کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، کیا فرمایا قرآن نے، فرمایا قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ وہ نور پیدا کیا اللہ جل جلالہ نے۔

امام الاولیاء غالب علی کل غالب شیر خدا نفس رسول جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں اور روایت کرنے والوں میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنے والد شہید کربلا سید الشہداء سردار نوجوانانِ جنت حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد محترم جناب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں یعنی جناب امام

الاولیاء ﷺ فرماتے ہیں کہ پیارے محبوب ﷺ کے نور مبارک کو اللہ جل جلالہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ''نشر الطیب'' میں لکھا ہے، فرمایا زیادتی اس کی بہت مقصود ہو سکتی ہے مگر کمی نہیں ہو سکتی یعنی چودہ دونی اٹھائیس ہزار سال بھی ہو سکتے ہیں، اس سے چوگنا یعنی چھپن ہزار سال بھی ہو سکتے ہیں مگر چودہ ہزار سال سے کم نہیں ہو سکتا۔ تو پیارے محبوب ﷺ کے نور مبارک کو اللہ جل جلالہ نے پیدا فرمایا۔ یہ نور، حدیث مبارک میں آتا ہے کہ، حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھا گیا جس کا ظہور پیشانی میں تھا اس طرح یہ نور پشت در پشت پلٹتا پلٹتا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں آیا۔ یہ نور عام الفیل کے برس پیر کے دن ربیع الاول کی ۹ تاریخ کو اس دنیا میں ظہور پزیر ہوا، ایک شاعر نے کیا خوب بات کہی

محمد سرِ قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

ہمارے سامنے تو حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کا بیٹا بن کر آیا، حضرت عبد اللہ علیہ السلام کا بیٹا بن کر آیا لیکن اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ''میں اور علی ایک نور سے ہیں'' حضور ﷺ نے فرمایا اور پھر فرمایا الحسین منی و انا من الحسین فرمایا میں حسین سے ہوں اور حسین مجھ سے ہے۔ ایک نور ہیں، وہ (ﷺ) نور ہیں۔ وہ نور آیا تمام دنیا کو روشن کر گیا، وہ نور آیا دلوں کو جگمگا گیا، وہ نور آیا جس نے علم و حکمت سے ذہنوں کو مزین کر دیا اور عمل سے آراستہ فرمایا۔ وہ نور آیا اس نے اخلاق دیئے، وہ نور آیا اس نے الٰہی حکومت عطا کی، وہ نور آیا انسان کو خدا سے ملا گیا، کیسا نور آیا! اللہ جل جلالہ ہمیں پیارے نبی ﷺ کی شان سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے ---آمین!

میں نے عرض کیا کہ پہلی شان قرآنِ حکیم نے پیارے محبوب ﷺ کی یہاں فرمائی یٰاَیُّھَا النَّبِی اُے غیب کی خبریں دینے والے! غیب کی خبریں پیارے محبوب ﷺ نے دیں۔ اپنے نور کی ابتداء سے لے کر ظہور ہونے تک کی سب خبریں پیارے محبوب ﷺ نے دے دیں۔ یہ سچی خبر دینے والا نبی

ہوتا ہے، پیشنگوئی کرنے والا نبی نہیں ہوتا، یہ سچی تر خبریں دینے والا نبی ہوتا ہے۔

جو ہوا پیارے محبوب ﷺ کی نظروں کے سامنے ہوا، حضور ﷺ نے قدم قدم پر بیان فرمایا دیا۔ اللہ اکبر! ایک دفعہ پیارے محبوب ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا صبح کی نماز کے بعد۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے رہے فرماتے رہے فرماتے رہے، کون سا وقت آ گیا؟ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا اور نمازِ ظہر پڑھنے کے بعد حضور ﷺ پھر ارشاد فرماتے رہے کہ عصر کی نماز پڑھی پھر وعظ فرماتے رہے کہ مغرب کی نماز پڑھی پھر وعظ فرمایا یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی اور دنیا کی ابتداء سے لے کر فنا تک جتنی باتیں تھیں حضور ﷺ نے سب بیان فرمادیں۔ نبی ہیں جب نبی ہیں تو بتائیں گے، نبی نہیں تو نہ بتائیں گے۔ سب باتیں بتادیں پیارے محبوب ﷺ نے۔ صحابہ کرام ؓ کی بڑی شان ہے، اہلِ بیتِ رسولِ کریم ﷺ کی بڑی شان ہے۔ صحابہ کرام ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جتنی باتیں ارشاد فرمائیں کچھ یاد رہیں کچھ ہمیں یاد نہ رہیں مگر ہاں ایک بات ہے کہ حضور ﷺ نے جو بات کہی تھی وہ جس وقت ظاہر ہوتی تھی ہمیں یاد آ جاتا تھا کہ یہ بات بھی حضور ﷺ نے فرمائی تھی -- سبحان اللہ! پیارے محبوب ﷺ نے کون سی بات نہیں بتائی وہ نبی تھے، وہ نبی ہیں۔

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ پیارے محبوب ﷺ کی شان دیکھو، نبی کی کیا شان ہے۔ وہ نور نبی بن کے آیا اور تمام باتیں بتا کر چلا گیا، چلا بھی نہیں گیا بلکہ موجود ہے، چلا نہیں گیا! یار لوگوں کی بات نقل کی میں نے کہ چلا گیا نہیں! پیارے محبوب ﷺ نے کیا فرمایا غور سے سنو میرے دوستو! بڑی محبت کی باتیں آج میں آپ کے سامنے یہاں بیان کر رہا ہوں۔ فرمایا جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ میں سنتا ہوں، میری قبر کے اوپر (حضور ﷺ نے اپنے گھر کو قبر فرمایا) فرمایا جو میری قبر پر کھڑے ہو کر درود بھیجتا ہے۔

صحابہ کرام ؓ نے فرمایا جو دور ہیں ان کا کیا بنے گا مثلاً پشاور میں بیٹھ کر درود پڑھ رہا ہے مسجد میراں (جامع مسجد ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ) میں، حافظ صاحب نے میلاد کی مجلس منعقد کی ہے، یہاں بیٹھے ہوئے غلامانِ رسول درود پڑھ رہے ہیں، ان کا کیا بنے گا؟ چین میں کوئی درود شریف پڑھتا ہے اس کا کیا بنے گا؟ روس میں کوئی درود شریف پڑھتا ہے اس کا کیا بنے گا؟ یورپ

میں کوئی درود شریف پڑھتا ہے اس کا کیا بنے گا؟ افریقہ میں بیٹھ کر کوئی درود شریف پڑھ رہا ہے اس کا کیا بنے گا؟ پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا ملائکۃ السیاحین فرمایا پھرنے والے فرشتے ہیں، اب یہ غیب ہے یا نہیں ہے مجھے بتاؤ نا! آج بدبخت کہتے ہیں کہ حضور کو غیب کا علم نہیں تھا--- اللہ اکبر! ایمان کو گنوا بیٹھتے ہیں، جب یہ بات دین میں آئی تو ایمان گیا۔

بس حضور ﷺ نے فرمایا پھرنے والے فرشتے ہیں، جہاں پر درود پڑھنے والا مجھ سے محبت کرنے والا میرا امتی درود و سلام پڑھتا ہے فرمایا اس کا درود و سلام یہ فرشتے میرے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ حضور ﷺ زندہ ہیں یا نہیں ہیں--- اللہ اکبر! حیات النبی ہیں یا نہیں ہیں۔ ایک اور حدیث صاحب جلالین شریف نے نقل کی ہے کہ جو اہلِ محبت ہیں اور جہاں پر بھی ہیں دنیا کے کسی کونے میں ہیں اور جب مجھ پر درود و سلام بھیجتے ہیں میں درود و سلام کو سنتا ہوں۔ سبحان اللہ فرمایا صرف سنتا نہیں میں اس کو پہچانتا ہوں، میں اس کے نام کو جانتا ہوں--- اللہ اکبر!۔

آؤ! اپنے پیارے نبی ﷺ کی شان تو دیکھو! یہ شانِ نبوت ہے، یہ فرمایا یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اے نبی کریم ﷺ اے غیب کی خبریں دینے والے! وہ تو نبی ہیں نہ، چلتے چلتے ایک اور بات آپ کو بتاتا چلوں حضور ﷺ کے اہلِ بیعت کی تعریف بھی حضور ﷺ کی تعریف ہے، حضور ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ کی تعریف بھی حضور ﷺ کی تعریف ہے، حضور ﷺ کے مدینہ کی تعریف بھی حضور ﷺ کی تعریف ہے۔ جناب امام الاولیاء سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم جامع مسجد کوفہ میں کھڑے تھے، تقریر فرما رہے ہیں اور تقریر کے دوران فرماتے ہیں (حاجی سجاد صاحب توجہ فرمایئے!) فرماتے ہیں اللہ نے مجھے وہ علم عطا فرمایا ہے جو جبرئیل امین علیہ السلام کو بھی نہیں ہے۔ یہ کس نے کہا؟ جنابِ علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا۔ اب سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا یہ مقام ہے تو میرے پیارے محبوب ﷺ کا کیا مقام ہوگا؟ یہ بتاؤ مجھے کوئی اندازہ لگا سکتا ہے، سوچ سکتا ہے، سمجھ سکتا ہے؟

جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، عرض کرتے ہیں یا امیر المومنین جبرئیل ناموسِ اکبر

ہے، جبرئیل جلیل القدر فرشتہ ہے اللہ کا، اللہ تعالیٰ کا پیغام لانے والا ہے، نبی پر قرآن لانے والا ہے، تمام انبیاء پر وحی لانے والا ہے! اے حضور ﷺ کے خلیفہ اے امیر المومنین! آپ عجب بات فرماتے ہیں، ایسا علم آپ کو ہے جو اس کو نہیں ہے۔ آپ فرمایا یا ابا موسیٰ اسکت اے ابوموسیٰ خاموش رہ، اجلس بیٹھ جا، اتق اللہ اللہ سے ڈر اور پھر فرمایا دیکھ پیارے محبوب ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے، سدرۃ المنتہیٰ پر جبرئیل امین علیہ السلام رہ گئے تو پیارے محبوب ﷺ نے اسے فرمایا چل آگے، آگے چل تو جبرئیل امین کہنے لگا اب میری مجال نہیں ہے، حضرت شیخ سعدی نے فرمایا

اگر یک سر موئے برتر پرم | فروغ تجلی بسوزد پرم

یعنی اے حضور ﷺ اگر میں ایک بال برابر بھی آگے بڑھوں تو اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات سے میرے پر جل جائیں۔ اب آگے جانے کی میری طاقت نہیں کس نے کہا؟ جبرئیل امین نے کہا! ستر ہزار حجابات کے پردوں کو طے کرتے ہوئے اللہ جل جلالہ سے حضور ﷺ نے ملاقات فرمائی۔ جبرئیل امین ساتھ نہیں تھا وہ تو سدرۃ المنتہیٰ پر رہ گیا تھا اور ہر پردہ سے آواز آتی تھی اُدْنُ مِنِیْ اُدْنُ مِنِیْ اے پیارے محبوب کچھ اور قریب آجا، کچھ اور نزدیک آجا، اے پیارے محبوب کچھ اور قریب آجا

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ ترجمہ: پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا اور پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم (کنز الایمان) فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ۝ ترجمہ: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی (کنز الایمان)۔ پھر قریب ہوئے پیارے محبوب ﷺ، اللہ کے قریب ہوئے، اتنے قریب ہوئے اتنے قریب ہوئے جیسے کمان کے دو کنارے آپس میں ملتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔ جبرئیل امین تھے وہاں؟ اللہ جل جلالہ نے اپنے محبوب ﷺ کو جو وحی کرنی تھی جو علوم عطا کرنے تھے وہ عطا فرمادیئے۔ جناب امام الاولیاء امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ وہ تمام علوم جو براہ راست اللہ جل جلالہ سے حضور پاک ﷺ نے حاصل کئے وہ سب مجھے عطا فرمائے، اس کی جبرئیل کو بھی خبر نہیں تھی۔ ---سبحان اللہ! تو پیارے محبوب ﷺ وہ خبر دینے والے ہیں۔

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ ایک شان ہے پیارے محبوب ﷺ کی اور وہ شان ہے نبی ہونے کی اور نبی کیسی کیسی غیب کی خبریں دینے والا ہے۔ انصاف سے بتاؤ اور پورے غور وفکر سے بتاؤ کہ کون جانتا ہے جب مردے کو آپ کندھے پر اٹھاتے ہیں اور ہزاروں من مٹی میں قبر کے اندر رکھ دیتے ہیں پھر اس کے اوپر مٹی ڈال کر قبر بناتے ہیں، واپس ہوتے ہیں، کس کو خبر ہے کہ قبر کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ آج تک کسی دوربین یا خوردبین نے نہیں بتایا، کسی ایکسرے مشین نے نہیں بتایا، کوئی چیز نہیں بتا سکتی مگر پیارے محبوب ﷺ نے قبر کے اوپر کھڑے ہو کر سب کچھ بتا دیا، ہزاروں من مٹی کے اندر بتا دیا۔ بتایا فرشتے آتے ہیں مردے کو بٹھا دیتے ہیں، پوچھتے ہیں تمہارا رب کون ہے؟ کس نے بتایا؟ نبی نے بتایا! کیا یہ پیشنگوئی ہے؟ اللہ اکبر! کتنا فریب دیتے ہیں یہ لوگ، کتنا فریب دیتے ہیں، کتنا دھوکہ دیتے ہیں، کن کو؟ ہم مسلمانوں کو، ہم میں علم نہیں ہے اس لئے ہم دھوکہ اور فریب کھا جاتے ہیں۔

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اے غیب کی خبریں دینے والے!

حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہی جن کی بات میں نے شروع میں کی تھی، حضور ﷺ کے چچا ہیں، لڑائی ہوئی، بدر کی لڑائی۔ یہ چچا بھتیجے (حضور نبی کریم ﷺ) کے خلاف لڑنے کیلئے آیا۔ کون؟ حضرت عباس--- عباس بن عبد المطلب۔ اللہ جل جلالہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تو حضرت عباس بھی گرفتار ہو گئے، کافر تھے اس وقت، گرفتار ہو گئے، بہت قیدی آئے۔

قیدیوں کے بارے میں مشورہ ہوا، حضور ﷺ ہر بات مشورہ سے طے فرماتے تھے، مشورہ کیا۔ جناب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے پیارے محبوب ﷺ میں اپنی عرض کرتا ہوں آگے آپ مالک ہیں، آپ تو وحی الٰہی کے منتظر ہوتے ہیں، جو فیصلہ آپ فرمائیں گے وہ ہم لوگوں کو قابلِ قبول ہوگا مگر میری گزارش یہ ہے کہ ان کافروں میں سے جو جس کا قریبی رشتہ دار ہے مسلمانوں میں سے وہ اس کو قتل کر دے یعنی چچا چاہے تو بھتیجے کو قتل کر دے، بھتیجا چاہے تو چچا کو قتل کر دے، باپ چاہے تو بیٹے کو قتل کر دے، بیٹا چاہے تو باپ کو قتل کر دے۔ ایک صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ان میں سے جو پڑھے لکھے لوگ ہیں وہ ہم کو پڑھنا لکھنا سکھائیں جب تک ہم پڑھنا لکھنا سیکھ لیں گے وہ

ہمارے قیدی رہیں گے اس کے بعد ان کو آزاد کر دیں گے۔ ایک صاحب کھڑے ہوئے جناب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ حضور میرا یہ مشورہ ہے کہ ان لوگوں پر رقم رکھیں یعنی جو فدیہ ادا کرے اسے آزاد کر دیا جائے۔ مشورہ لینے کے بعد پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے ہر ایک کے اوپر اتنی اتنی رقم ہے جو یہ رقم لائے گا اس کو آزادی ملے گی۔ بڑے غور سے سنو یہ نبی کی بات بتا رہا ہوں! نبی بھی نبی الانبیاء یعنی انبیاء کا نبی، امام الانبیاء تمام نبیوں کی امامت کرنے والا، افضل الانبیاء، تمام نبیوں کا سردار-- سبحان اللہ!

فرمایا اپنے چچا کو جو قیدی بن کر آئے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو، آپ نے فرمایا کہ آپ پر اتنا فدیہ ہے آپ یہ ادا کر دیں گے تو رہائی ملے گی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے بھتیجے ایک بات کہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہیے کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ اس سفید داڑھی کے ساتھ میں امراء قریش کے پاس جاؤں گا اور ان لوگوں کو کہوں گا کہ مجھے اتنی رقم دے دیں کہ میں اپنی جان چھڑا لوں۔ یہ تو آپ کیلئے عار کی بات ہے، لوگ کہیں گے کہ بھتیجے نے چچا سے بھیک منگوائی -- اللہ اللہ! کیا خوب بات کہی چچا نے۔ لیکن وہاں تو نبی تھا جس سے بات ہو رہی تھی، میری تمہاری طرح کا بشر نہیں تھا، نبی تھا، کیا فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چچا جان! ٹھیک ہے آپ ٹھیک کہتے ہیں مگر میری بات بھی سن لیں جس وقت آپ آ رہے تھے لڑائی کیلئے تو سونے کا ایک ٹکڑا اپنے گھر کی فلاں کوٹھڑی میں فلاں کونے میں آدھی رات کو زمین کھود کر آپ نے دبایا اور پھر اپنی بیگم صاحبہ کو بتایا کہ یہ حوادثات کی دنیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں قتل ہو جاؤں، قید ہو جاؤں، مصیبت میں پڑ جاؤں یہ سونے کا ٹکڑا تمہارے کام آئے گا۔ چچا جان! وہ سونے کا ٹکڑا لے آئیں اور جان چھڑا لیں!

یہ ہے نبی، یہ ہے نبی کا علم مبارک! جونہی یہ بات حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سنی تو کہنے لگے باقی باتیں بعد میں ہوں گی پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ نکالیں کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر مخلوق مسلمان ہوتی ہے، کافر کلمہ پڑھتے ہیں، آج کلمہ پڑھنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر ہیں- اللہ اکبر! سوچنے کی بات ہے! اور پھر قسم کھا کر فرمایا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہ رات کی تاریکی میں

جو کالی چیونٹی چلتی ہے اور دکھائی نہیں دیتی اس بات کا علم اس کو بھی نہیں آپ کو کیسے علم ہو گیا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (التحریم ۶۶: ۳) ترجمہ: مجھے علم والے خبردار نے بتایا (کنزالایمان)۔ مجھے اس کی خبر اس نے دی ہے جو علیم بھی ہے اور خبیر بھی ہے۔ وہاں تو حضور ﷺ جو بات اللہ سے سنتے تھے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جو بات دیکھتے تھے بیان کرتے تھے یہ تھے نبی!

پیارے محبوب ﷺ کھڑے ہیں مسجد نبوی میں، یہ نبی کی ایک اور شان بیان کر رہا ہوں۔ اگر ایک ایک صفت اور ایک ایک شان حضور ﷺ کی بیان کی جائے --- اللہ اکبر، اللہ اکبر! تو دنیا ختم ہو جائے لیکن حضور ﷺ کی صفات کا بیان ختم نہ ہو گا۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام جہان دواتیں بن جائیں اور تمام پانی روشنائی بن جائیں اور تمام فرشتے اور انسان جمع ہو جائیں اور پیارے محبوب ﷺ کی تعریف لکھنا شروع کریں تو نہیں بیان کر سکتے ہیں، نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ --- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللہ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللہ

ہم یہاں اس لئے بیٹھے ہیں کہ حضور ﷺ پر درود بھیجیں۔ جب حضور ﷺ پر درود بھیجیں گے تو حضور ﷺ کے سامنے ہماری حاضری لگ جائے گی۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ جن کی حضور ﷺ کے سامنے حاضری لگ جائے۔ حضور ﷺ کے رجسٹر کے اوپر کچھ لکھ دیا جائے کہ آج میراں مسجد (جامع مسجد ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ واقع کوہاٹ روڈ پشاور) میں آپ ﷺ کے محبت والے بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ پر درود سلام کا تحفہ بھیج رہے ہیں --- اللہ اکبر! اس کی قدر انہی لوگوں کو ہے جو جانتے ہیں، اس درود پاک کی قدر ان کو ہے جو جانتے ہیں۔

جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب دعا کرو تو اس سے پہلے درود پڑھو اور جب دعا کو ختم کرو تب بھی درود پڑھو کیونکہ یہ درود حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوتا ہے، جب تمہاری دعا ان دونوں کے درمیان ہو گی تو رد نہیں ہو گی۔ یہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

آج تو دعا کے ہی منکر ہیں، کہتے ہیں جنازہ کے بعد دعا نہیں، نہ نیک آدمی سے دعا کرواؤ، نہ حضور ﷺ سے مانگو، نہ نماز کے بعد دعا کرو، بس نماز پڑھنے کے بعد غائب، نماز کے بعد بھی دعا نہیں، سب سے ناراض ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے بھی ناراض ہو گئے۔ کیا عقل پر پردے پڑے ہوئے ہیں، کتنے پردے پڑ گئے ہیں! اللہ تعالیٰ ان کی عقلوں سے یہ پردے دور فرما دے۔

پیارے محبوب ﷺ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ یعنی اے غیب کی خبریں دینے والے۔ مسجد نبوی میں حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، ایک لشکر تیار فرماتے ہیں، فرمایا پہلے اس لشکر کا جرنیل عبداللہ ابن رواحہ ہے پھر فرمایا جرنیل زید ہے پھر فرمایا اس لشکر کا جرنیل جعفر بن ابی طالب ہے پھر وہ جس کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی، لشکر گیا، لشکر جا رہا ہے۔ مؤرخین نے لکھا، حدیث کی شرح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ لشکر جا رہا ہے حضور ﷺ لشکر کے پیچھے دعا کر رہے ہیں--- اللہ اکبر! دعا فرما رہے ہیں دعا! فکر کیا ہے اس بات پر! دعا مانگا کرو گے نا! وعدہ کرو ہر وقت خدا سے مانگا کرو گے، اللہ اس سے نہیں مانگیں گے تو کس سے مانگیں گے صاحب! اس کا دروازہ نہیں کھٹکھٹائیں گے تو کس کے دروازے کھٹکھٹائیں گے، کس کے دروازے پر جائیں گے؟

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ، فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ (۲:۱۸۶)

ترجمہ: دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے، تو انہیں چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں (ترجمہ از کنز الایمان)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم جس وقت بھی دعا کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو قبول فرماتا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ سنتا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ پر غور کرو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس کی دعا کو سنتا ہوں، فکر کرو! فرمایا اُجِیْبُ میں قبول کرتا ہوں، ہاں جس وقت بھی دعا کرتا ہے میں قبول کرتا ہوں۔

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ، دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے، میں قبول کرتا ہوں مگر شرط لگائی وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ چاہئے کہ مجھ پر ایمان لاؤ اور سچے دل سے دعا مانگو--- اللہ اکبر!

تو لشکر جا رہا ہے اور پیارے محبوب ﷺ پیچھے دعا فرما رہے ہیں۔ ایک حدیث شریف میں آتا

ہے ابوداؤد کی حدیث ہے کہ پیارے محبوب ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا تو دس دفعہ دعا مانگی عشرہ مرۃ دس دفع دعا مانگی۔ آج ایک دفعہ دعا کرو، دو دفعہ دعا کرو، تیسری دفعہ دعا کرو، کہتے ہیں کہ پاگل آ گیا ہے، دعائیں مانگتا ہے! دس دفعہ پیارے محبوب ﷺ نے دعا فرمائی عشرہ مرۃ۔ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے لشکر چلا گیا، ایک مہینہ کی منزل پر لشکر چلا گیا۔ لشکر لڑ رہا ہے، لڑ رہا ہے اور پیارے محبوب ﷺ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما ہیں، ایک مہینہ کی منزل ہو یہ نبی کی شان ہے، بولو کس کی شان ہے؟--- اللہ اکبر!۔ وہ ہمارے نبی ﷺ کی شان ہے، وہ نبیوں کے سردار مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر بتر ہے، فرماتے ہیں عبداللہ بن رواحہ شہید ہوا--- اللہ اکبر! ایک مہینہ کی منزل کی بات پیارے نبی ﷺ آنکھوں سے مشاہدہ فرما رہے ہیں، لشکر کی لڑائی پیارے محبوب ﷺ اپنی مبارک آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، فرمایا عبداللہ بن رواحہ شہید ہوا۔ حضور ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہیں پھر فرمایا زید شہید ہوا--- اللہ اکبر! پھر فرمایا جعفر ابن ابی طالب شہید ہوا اور پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد بن ولید نے علم لیا اور خدا نے اسے فتح دی۔ اللہ اکبر! اور بات نبی نے کہاں کی فرمائی؟ ایک مہینے کی مسافت ہے اور لڑائی ہے جس وقت وہ شہید ہو رہے ہیں۔ حضور مسجد نبوی میں تمام واقعہ بیان کر رہے ہیں، سارا واقعہ حضور ﷺ نے بیان فرمایا، یہ دنیا کی بات تھی زمین کی بات تھی

ایک قدم اور آگے بڑھئے اور دیکھئے کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، آسمان کی طرف نظر مبارک اٹھائی اور پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا وعلیکم السلام جواب دیا سلام کا۔ صحابہ کرام ؓ حیران ہو گئے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا حضور ﷺ آپ نے کس کو سلام کا جواب دیا ہے، یہ سلام تو آپ کو کسی نے نہیں کیا ہے؟ آسمان کی طرف منہ مبارک ہے آپ ﷺ کا اور جواب دے رہے ہیں، فرمایا جعفر طیار اڑ کر جا رہا ہے، اس نے یہاں سے گزرتے ہوئے مجھے سلام کیا، میں نے اسے جواب دیا۔

یہ نبی ہیں، یہ نبی ﷺ کی شان ہے، کیسا نبی ہے تمہارا، کیسا نبی ہے جو آج کے دن دنیا میں تشریف لایا تھا اور فرمایا زمین کی بات ہوئی، آسمانوں اور زمین کی بات ہوئی، اب ذرا اور شان دیکھو

اپنے نبی پاک ﷺ کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا رایت جعفرًا یطیر فی الجنۃ میں جعفر کو دیکھ رہا ہوں (یہ جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے، جنگ موتہ میں شہید ہوئے) فرمایا میں جعفر کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں اڑتا پھرتا ہے--- اللہ اکبر! اب غور کیجئے جنت کہاں ہے! غور کیا آپ نے جنت کہاں ہے؟ ہمارے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر عرشِ عظیم کے نیچے جنت ہے اور پیارے محبوب ﷺ مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر جنت کو دیکھ رہے ہیں، یہ نبی ﷺ کی شان ہے، دیکھی آپ نے نبی ﷺ کی شان!

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اے غیب کی خبریں دینے والے، کیسی کیسی غیب کی خبریں دیں۔ حضور ﷺ کی غیب کی خبریں بیان کرتا ہوں تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ کیسی کیسی غیب کی خبریں ہیں۔ غیب کی خبر دینے والا، پیشگوئی کرنے والا نہیں، کسی گمراہ کے پیچھے تم بھی جا کر یہ نہ کہہ دینا کہ حضور ﷺ پیشگوئی کرنے والے تھے۔ بڑے گمراہ ہیں، یہ بڑی خوبصورت شکل وصورت میں پھر رہے ہیں، سمجھتے ہو! ماشاء اللہ بڑی داڑھیاں ہیں، بڑے قبے ہیں، بڑے جبے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ رکھے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عقیدہ اہل سنت والجماعت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے--- آمین!

غرض حضور پاک ﷺ کی جتنی شانیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں تو جو ان میں شک و تردد پیدا کرے گا، انکار کرے گا وہ مومن نہیں ہے، مفسد و منافق ہے۔ لیکن یہ مفسد اور منافق اپنے آپ کو مصلح کہتے ہیں اور یہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ ہم اصلاح کیلئے آئے ہیں، ہم اصلاح کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! داڑھی بھی منہ مبارک پر ہو، بہت اچھے سفید کپڑے بھی پہنے ہوں گے، حضور ﷺ کے مصلے پر بھی کھڑا ہوگا، حضور ﷺ کے منبر مبارک پر بھی آئے گا۔ میرے استاد محترم فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے حافظ علی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک کتا ہوتا ہے، فرماتے ہیں ایک چیتا ہوتا ہے اور ایک شیر ہوتا ہے۔ فرمایا کتا وفادار ہے، اپنے مالک کی حفاظت کرتا ہے، اپنے مالک کو نہیں کاٹتا، اپنے مالک کو نہیں کھاتا اسی طرح فرمایا شیر بھی وفادار ہے، مالک کو نہیں کھاتا مگر فرمایا چیتا اتنا ظالم ہے کہ اپنے مالک کو کھا جاتا ہے، آپ فرمایا کرتے تھے یہ چیتے ہیں۔

حضور ﷺ کے مصلہ پر کھڑے ہوتے ہیں، حضور ﷺ کے منبر پر بیٹھتے ہیں، حضور ﷺ کی طرح اپنی شکل وصورت بناتے ہیں، اپنے آپ کو مظلوم اور مصلح کہتے ہیں مگر دراصل اپنے مالک کو ہی کھاتے ہیں۔ پیارے محبوب ﷺ کے مصلہ پر کھڑے ہو کر پیارے محبوب ﷺ کے علم کا انکار کرتے ہیں۔ پیارے محبوب ﷺ کے مصلہ پر کھڑے ہو کر پیارے محبوب ﷺ کے نور کا انکار کرتے ہیں۔ پیارے محبوب ﷺ کے مصلہ پر کھڑے ہو کر پیارے محبوب ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ پیارے محبوب ﷺ کے مصلہ پر کھڑے ہو کر پیارے محبوب ﷺ کی عظمت اور شانوں کا انکار کرتے ہیں جن کا قرآن نے حکم دیا ہے

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ تُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ ط (الفتح ۴۸: ۹)

ترجمہ: تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتکریم کرو (کنزالایمان)۔

قرآن فرماتا ہے فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ لا (۲: ۱۰) ان کے دلوں میں بیماری ہے (کنزالایمان) مگر کیا؟ ان کے دلوں میں روگ ہے، ان کے دلوں کے اندر بیماری ہے، یہ فساد پیدا کرتے ہیں، یہ مصلح نہیں اور ان کا ذکر قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

وَ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ لا قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۞ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ (البقرہ ۲: ۱۱ تا ۱۲)

ترجمہ: اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں، سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں (ترجمہ از کنزالایمان)

آگاہ رہو، بیدار رہو، خوب غور سے سنو، دل کے کان کھول کر سنو، آنکھیں بیدار رکھو، دماغ کو موجود رکھو اور سنو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ یہی فسادی ہیں، یہ مصلح نہیں ہیں، یہ اصلاح کرنے والے نہیں، یہ فساد برپا کرنے والے ہیں، یہ فرقے بنانے والے ہیں، یہ گروہ بنانے والے ہیں، یہ ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے ہیں، یہ ایک دوسرے کی گردن کاٹنے والے ہیں۔ آج لاہور میں کیا ہوا، ایک بھی مسلمان دوسرا بھی مسلمان، ایک جلوس نکالتا ہے

دوسرا گولیاں مارتا ہے۔ دونوں مسلمان ہیں، دونوں اصلاح کے دعویدار ہیں، ایک بھی اصلاح کا دعویٰ کرتا ہے دوسرا بھی اصلاح کا دعویٰ کرتا ہے۔ کہاں ہے قرآن! کتنا غریب ہو گیا ہے قرآنِ حکیم! مسلمانوں کی جان کتنی قیمتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدہ ۳۲)

ترجمہ: جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا (ترجمہ از کنز الایمان)

یہاں علی الاعلان مسلمانوں کو قتل کیا جاتا ہے لیکن کوئی پوچھنے والا بھی نہیں۔ دن میں چالیس چالیس مسلمان قتل ہو رہے ہیں، گولیوں کی بوچھاڑیں ہیں، چاہے وہ گدون کے علاقہ میں چلیں، چاہے وہ لاہور میں چلیں، چاہے وہ کراچی میں چلیں مگر وہ مسلمانوں پر چل رہی ہیں پھر کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ قرآن فرماتا ہے یہ مسلمان نہیں ہیں یہ فسادی ہیں، یہ منافق ہیں اگر مسلمان ہیں تو مسلمان کے خون کی قدر کریں، مسلمان کے خون کی عظمت کو پہچانیں، اگر مسلمان ہیں تو مسلمان کو پہچانیں، پہچانیں کہ مسلمان کون ہیں؟

حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا ضامن ہے۔ ضامن کون ہے؟ جو ضمانت دیتا ہے، پہچانتا بھی نہیں کہ کہاں کا رہنے والا ہے، کہاں کا رہنے والا نہیں ہے؟ چین کا مسلمان ہے، جاپان کا مسلمان ہے، لندن کا مسلمان ہے، پاکستان کا مسلمان ہے، پہچانتا نہیں مگر ایک مسلمان کے پاس آئے تو دوسرا مسلمان اس کا ضامن ہے---کیا؟--- اس کی عزت کا، اس کی آبرو کا، اس کی جان کا، اس کی دولت کا، اس کے بال بچوں کا، اس کی تجارت کا، اس کی ہر چیز کا دوسرا مسلمان ضامن ہے، اب ضامن بھی قتل کرتا ہے---اللہ اکبر!

سوچنے کی بات ہے فکر کرنے کی بات ہے، حکومت کے نشہ میں آ کر ہم اتنے بدقسمت ہو گئے ہیں کہ اس کے نشے میں آ کر ہم اتنے بدمست ہو جاتے ہیں کہ مسلمان کے خون کی قدر و قیمت کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ مسلمان کے خون کی کیا قیمت ہے، اس کے خون کی کتنی قدر و قیمت

ہے جو پیارے محبوب ﷺ نے بتائی مگر وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے یہ جو منافق ہیں ان کے دلوں میں مسلمان کے خون کی قدر و قیمت نہیں ہے، فرمایا یہ فسادی ہیں

• اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ (البقرہ ۲: ۱۱ تا ۱۲)

ترجمہ: سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں (ترجمہ از کنز الایمان)

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے یہ فسادی ہیں، اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا کہ یہ بے شعور ہیں۔ آپ غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ بے عقل ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ بے علم ہیں، آپ غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی ان آیات پر! اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ بے عقل ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہاں پر نہیں فرمایا کہ یہ بے علم ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ نا سمجھ ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان میں شعور نہیں ہے، یاد رکھو چوپائیوں میں شعور ہوتا ہے۔ انسان میں عقل ہوتا ہے، انسان میں سمجھ ہوتی ہے۔ چوپائے کے اندر عقل نہیں ہے، چوپائے میں سمجھ نہیں ہے، چوپائے کے اندر علم نہیں ہے لیکن چوپائے کے اندر شعور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ منافق جو ہیں یہ چوپائے سے بھی بدتر ہیں، ان کے اندر شعور نہیں، یہ منافق ہیں جو پیارے محبوب ﷺ کی عزت نہیں کرتے۔ پیارے محبوب ﷺ کے مقام سے بے خبر ہیں۔ پیارے محبوب ﷺ جو احسان فرما رہے ہیں--- پیارے محبوب ﷺ دوزخ کی جگہ جنت عطا فرما رہے ہیں مگر ہم پیارے محبوب ﷺ کا احسان نہیں مانتے، ہم حضور ﷺ کے بارے میں شک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ یہ اصلاح کرنے والے مصلح نہیں ہیں، یہ مصلح نہیں ہیں، یہ اسلام کے نام پر فساد پھیلا رہے ہیں۔ بڑے بڑے اشتہار اصلاح کے چھاپتے ہیں دراصل ان کے اندر فساد ہے، بڑے بڑے پروپیگنڈے اصلاح کے کرتے ہیں مگر اصلاح نہیں فساد ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے تو ہم ان کے اندر دیکھیں کہ کون ہے جو مسلمان ہے؟ کون ہے جو منافق ہے؟ اور کون ہے جو کافر ہے؟ اللہ جل جلالہ ہم کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

یہ باتیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہیں لہٰذا اس لئے بیان کر دیں (باقی صفحہ ۵۸ پر)

قطعہ سالِ ولادت ووصال

قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی چشتی نظامی نوراللہ مرقدہ

از شاعرِ بے نظیر محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

جائے ولادت ووصال گولڑہ شریف

سالِ ولادت: ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۹ء

''کلیم طورِ فیضانِ حجاز'' ۱۲۷۵

''ہمہ جہات شخصیت'' ۱۸۵۹ء

سالِ وصال ۱۲۷۵ھ / ۱۹۳۷ء

''فیضانِ شاہ مدینہ'' ۱۳۵۶ھ

''نشانِ عظمتِ دینِ نبی'' ۱۹۳۷ء

فخرِ دوراں، آفتابِ آسمانِ چشتیا
محرمِ اسرارِ عرفاں، عشق کا رمز آشنا
قائدِ اربابِ دانش، مقتداء اہلِ فقر
قافلہ سالارِ اہلِ سوز و ساز و ذوق و شوق
مصطفائی دین کی حقانیت کے ترجماں
ضرب سے اس کی دو نیم ہر خیبر مکر و دروغ
وہ نظام الدین و شمس الدین کا نورِ نظر
اک زمانہ اس کے فیضانِ نظر سے کامیاب
یہ حقیقت ہے کہ صدیوں میں سر بزمِ وجود

نورِ چشم مرتضیٰ، لختِ دلِ غوث الورا
ایک نقشِ کلکِ قدرت، دیدہ زیب و دلربا
چار سو بجتا ہے ڈنکا اس کے علم و فقر کا
پیشوائے اہلِ معنی، صدرِ بزمِ اولیاء
خوبیٔ اسلام کو واضح دلائل سے کیا
وارثِ عزمِ حسین و جرأتِ شیرِ خدا
پرتوِ ہند الولی و مظہرِ غوث الورا
ایک عالم اس کے میخانے کا لذت آشنا
جلوہ گر ہوتا ہے اس جیسا کوئی مردِ خدا

ایک ہی مصرع میں ہے سالِ ولادت، سالِ وصل
''مصدرِ فیضان'' ''بزمِ فیضِ عرفان و ہدا''

۱۲۷۵ھ　　۱۳۵۶ھ

گذشتہ سے پیوستہ

شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معراج کے آئینہ میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

شبِ معراج وحی الٰہی کی ماہیت اور کیفیات کا حقیقت افروز اور ولولہ انگیز تجزیہ اردو کے ایک عظیم شاعر ظہور نظر نے انتہائی پیارے اور دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔ سماعت فرمایئے اور قلب و نظر کیلئے فرحت اور روح کیلئے بالیدگی کا اہتمام کیجئے

کائناتِ بیکراں میں وقت کے ظلمات میں
ہر زمین و آسماں، ہر بحرِ موجودات میں
صدق کے جتنے سفینے بھی خدا کے پاس تھے
علم کے جتنے دفینے بھی خدا کے پاس تھے
دیں کے جتنے آبگینے بھی خدا کے پاس تھے
الغرض جتنے خزینے بھی خدا کے پاس تھے
سب کے سب نذرِ محمد مصطفیٰ اس نے کیے

دو جہانوں کی اکائی کیلئے
نوعِ انساں کی بھلائی کیلئے
جہل و باطل سے رہائی کیلئے
تا ابد اپنی خدائی کیلئے
جتنے بھی آغاز تھے انجام تھے
جتنے بھی انعام تھے اکرام تھے
جتنے بھی فرمان تھے احکام تھے
جتنے بھی پیغام تھے الہام تھے
سب کے سب نذرِ محمد مصطفیٰ اس نے کیے

اس نے جو کہنا تھا سب کچھ مصطفیٰ سے کہہ دیا
اور جو دینا تھا، سب کچھ مصطفیٰ کو دے دیا
بند خود اس نے کیا جب اپنے پیغاموں کا باب
کس کے سر آئے نبوت! کس کے گھر اترے کتاب

(نعت کائنات صفحہ ۳۲۴)

حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کان اور آنکھیں سمیع و بصیر ہیں۔ دارمی اور ابو نعیم کی روایت میں حضرت جبرئیل امین کا یہ قول مروی ہے قلبٌ وکیعٌ فیہ اذنان

سمیعتان و عینان بصیر تان یعنی حضور اکرم ﷺ کا قلب مبارک نہایت قوی ہے جس میں دو کان سمیع ہیں اور دو آنکھیں بصیر ہیں (شرح شفا علی قاری جلد اول صفحہ ۲۷۴)۔ جن کے دل کے کان اور آنکھیں سمیع و بصیر ہیں آج لوگ اس ذات گرامی کے سمیع و بصیر ہونے میں تعجب کرتے ہیں۔ فیا للعجب

سفر معراج کی تمثیل: یہ عالم کارخانہ قدرت ہے۔ اللہ اس کارخانہ کا مالک حقیقی اور محمد رسول اللہ ﷺ مالکِ حقیقی کے محبوب۔ مالک حقیقی نے اپنے محبوب ﷺ کو ملاقات کیلئے بلایا تو دورانِ ملاقات اور واپس جانے تک کارخانہ عالم کو عارضی طور پر محبوب ﷺ کے احترام میں یکدم بند کر دیا گیا سوائے اپنے حبیب ﷺ کے اور ان چیزوں کے جنہیں حضور ﷺ نے متحرک پایا تمام کائنات کو ٹھہرا دیا۔ جس طرح کارخانہ بند ہونے سے اس کی ہر چیز ٹھہر جاتی ہے اسی طرح چاند اپنی جگہ ٹھہر گیا، سورج اپنے مقام پر رک گیا۔ زمانے اور زمانیات کی حرکت بند ہو گئی (سوائے ان کے جن کا استثناء ہم عرض کر چکے ہیں) حرارت و برودت اسی درجہ پر ٹھہر گئی جس پر وہ بند ہوتے وقت پہنچی تھی۔ حضور ﷺ کے بستر مبارک کی حرارت بھی ٹھہر گئی۔ جہاں وضو فرمایا تھا وہاں وضو کا پانی بہنا بند ہو گیا۔ حجرہ شریف کی زنجیر مبارک ہلتے ہوئے جس جگہ پہنچی تھی وہیں رک گئی جب حضورِ انور واپس تشریف لائے تو رکا ہوا کارخانہ قدرت بحکم مالکِ حقیقی دوبارہ چالو ہو گیا اور ہر چیز از سر نو اپنے مراحل طے کرنے لگی۔ چاند، سورج، حرارت و برودت اپنے اپنے درجات طے کرنے لگی۔ جو چیزیں حرکت سے سکون میں آ گئی تھیں مائل بہ حرکت ہونے لگیں، وضو شریف کا پانی بہنے لگا، بستر مبارک کی حرارت درجات طے کرنے لگی، حجرہ شریف کی زنجیر مبارک ہلنے لگی۔ کائنات کی کارگزاری میں نہ کوئی تغیر آیا اور نہ کسی کو احساس ہوا کیونکہ تغیر و احساس دونوں حرکت کے بغیر ناممکن ہیں (روح المعانی پ ۱۵ صفحہ ۱۲، اور جلد ۵ صفحہ ۱۲۵)

لوگ حضور ﷺ کے آسمانوں پر جانے سے تعجب کرتے ہیں اور مجھے حضور ﷺ کی واپسی پر تعجب ہے کیونکہ حضور ﷺ کی اصل نور ہے اور قاعدہ ہے کہ کل شیء یرجع الی اصلہ میرا تو یہ مسلک ہے کہ اگر حضور ﷺ کے زمین پر جلوہ افروز ہونے سے اللہ کی حکمتیں متعلق نہ ہوتیں تو

حضور ﷺ آسمانوں پر ہی رہتے لیکن اللہ تعالیٰ نے عالم اصنام کو فیض یاب کرنے کیلئے حضور ﷺ کو جسمانیت عطا فرمائی اور ایک مدت معینہ تک ظاہری طور پر عالم ناسوت میں جلوہ گر رکھا۔

حضور ﷺ کی ذات مقدسہ ایک معجزہ ہے: حضور سید عالم ﷺ کو رب جلیل نے بشریت بھی عطا فرمائی اور نورانیت بھی۔ آیت قرآنیہ قل انما انا بشر مثلکم اور حدیث شریف فانا بشر حضور نبی کریم ﷺ کی بشریت کی دلیل ہے اور قد جآء کم من اللہ نور و کتب مبین آیت قرآنیہ اور اللھم اجعلنی نوراً حدیث پاک حضور اکرم کی نورانیت کی دلیل ہے۔ جب یہ دونوں صفتیں حضور ﷺ میں ثابت ہو گئیں تو یہ امر بھی ثابت ہو گیا کہ جس طرح آسمانوں پر تشریف لے جانا، مادی غذا کھانے پینے اور ہوا کے بغیر حضور ﷺ کا زندہ رہنا حضور ﷺ کی بشریت مطہرہ کیلئے خرق عادت ہونے کے باعث بہت بڑا کمال اور عظیم الشان معجزہ ہے بالکل اسی طرح حضور ﷺ کا کھانا پینا، چلنا پھرنا اور دیگر اوصاف بشریت کا ذات مقدسہ میں پایا جانا حضور ﷺ کی نورانیت کیلئے خرق ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ نورانی اوصاف بشریت کے اعتبار سے معجزہ ہیں اور آقائے نامدار کی ذات پاک بشریت اور نورانیت کی جامع ہونے کی وجہ سے سراپا معجزہ ہے۔

تحفہ معراجیہ

نماز مسلمان کیلئے معراج شریف کے حوالے سے تحفہ ہے اس کے کئی وجوہ ہیں:

(۱) خدا کے دربار میں حاضری معراج کا نقش ہے۔

(۲) نماز معراج شریف کے موقع پر فرض ہوئی۔

(۳) التحیات میں معراج کے انوار و تجلیات پائے جاتے ہیں، اس کی تفصیل یوں ہے۔

رسول پاک ﷺ کی معراج تو یہ تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور بے حجاب خدا کا جمال دیکھا لیکن حضور انور ﷺ کے سوا اس دنیا کی حیات ظاہری میں جسمانی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کسی کو نصیب نہ ہو سکا۔ اس لئے مسلمانوں کی معراج حضور ﷺ تک پہنچ جانا ہے۔ اس

طرح کہ ہم کو حضور ﷺ سے اتنا قرب حاصل ہو جائے کہ ہم اسی دنیا میں بحالت بیداری حضور انور ﷺ کا جمال جہاں آرا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اس حکمت کے تحت تشہد میں السَّلامُ علیکَ اَیُّھا النَّبِیُّ وَ رَحمَۃُ اللہِ وَ برکاتُہٗ کے الفاظ رکھے گئے ہیں۔ نماز میں اپنے قصد وارادہ سے غیر اللہ کو بلانا اور پکارنا نماز کے فساد کا موجب ہے مگر نبی معظم ﷺ کو خطاب کے صیغہ سے پکارنا واجب ہے۔

معلوم ہوا کہ مومن بحالت نماز حضور ﷺ کی حضوری سے مشرف ہوتا ہے۔ اب اگر وہ اپنی پاکیزگی، طہارت اور محبت واخلاص کو اس درجہ قوی کر لے کہ السَّلامُ علیکَ اَیُّھا النَّبِیُّ کہتے وقت اس کی بصیرت نور جمال محمدی ﷺ کو دیکھ سکے تو بس یہی اس کی معراج ہے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ تک پہنچنا اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے اور حضور ﷺ کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہے اسی لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''احیا العلوم'' میں فرماتے ہیں

واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و شخصہ الکریم و قل السَّلامُ علیکَ اَیُّھا النَّبِیُّ وَ رَحمَۃُ اللہِ وَ برکاتُہٗ (احیا العلوم جلد اول صفحہ نمبر ۱۷۵)

یعنی پڑھتے ہوئے اپنے دل میں حضور ﷺ کو حاضر کرو اور اسی حال میں السَّلامُ علیکَ اَیُّھا النَّبِیُّ وَ رَحمَۃُ اللہِ وَ برکاتُہٗ کہو۔ اللھم اجعلنا من الواصلین آمین۔

آخر میں حضرت مالک ابن عوف رضی اللہ عنہ کا نعتیہ قصیدہ ملاحظہ فرمائیں، جب وہ مسلمان ہو کر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو یہ قصیدہ آپ ﷺ کے سامنے پڑھا، حضور ﷺ نے یہ قصیدہ سن کر ان کے حق میں کلماتِ خیر ارشاد فرمائے اور انعام میں ایک حلّہ پہنایا۔

ما ان رأیت ولا سمعت واحدا | فی الناس کلھم کمثل محمد

یعنی تمام لوگوں میں کوئی ایک شخص بھی محمد ﷺ کی مثل نہ دیکھا اور نہ سنا۔

اوفی فاعطی للجزیل لمجتدی | ومتی نشاء یخبرک عما فی غد

یعنی انہوں نے وعدہ پورا فرمایا اور حاجتمند کو عطاء کثیر سے نوازا (اور اے مخاطب) جب تو چاہے وہ تجھے

مافی غد (ہر آنے والے واقعہ کی خبر دینگے)۔

و اذا الکتیبة عزدت اسناءها | بالسمهری و ضرب کل هند

اور جب لشکر کے سپاہی خوشی اور طرب کے عالم میں گانے گاتے ہوئے مضبوط نیزوں اور ہندی تلواروں کی ضرب کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہیں

فکانه لیث علیٰ اشباله | وسط الاناءة حدر فی موصد

گویا وہ رسول پاک ﷺ (اپنے غلاموں پر) ایسے ہوتے ہیں جسے بہادر شیر اپنے بچوں پر پورے حلم و وقار کے درمیان اپنی نگہبانی کے مقام پر نہایت قوی اور مضبوط رہتے ہیں۔

حضرت العلامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان افروز اور روحانیت پرور خیالات گرامی جان لینے کے بعد حضرت العلامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین بھیرہ کے خیالات گرامی کا مطالعہ فرمائیں جو بریلوی مسلک کے عظیم داعی اور بالغ نظر مفسر قرآن، فصیح و بلیغ شارح حدیث و دینی علوم کے متجر عالم اور اسرار معرفت کے رمز شناس ہیں۔ حضرت العلامہ نے کمال فراست و تدبر سے انتہائی بصیرت افروز، روح پرور اور وجد آفریں انداز میں تاریخ انسانیت کے عظیم اور ماورائے فہم و بصیرت واقعہ (معراج شریف) کی وضاحت بدیں الفاظ کی ہے۔ فہم و بصیرت سے پڑھئے اور حظ اٹھایئے کہ کس طرح دینی علوم کا ایک تبحر عالم اور اسرار معرفت کا ایک رمز شناس دین و طریقت کے نکات کی عقیدہ کشائی کرتے ہوئے تشنگان تسلیم و رضا کی پیاس بجھانے کا اہتمام کرتے ہیں۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱)

ترجمہ:۔ (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے قلیل عرصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔ ہم نے اس کے گرد و نواح کو بابرکت بنا دیا تا کہ ہم اپنے بندے کو قدرت کی نشانیاں بتائیں بیشک وہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

حضرت علامہ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں حضور فخر موجودات سرور کائنات ﷺ کے اس عظیم الشان معجزے کا بیان ہے جس کے متعلق کوتاہ اندیش اور حقیقت ناشناس لوگوں نے پہلے بھی رد وقدح کی اور آج بھی واویلا مچا رکھا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان حقائق کا تذکرہ کیا جائے جس سے متلاشیان حقیقت کیلئے حق کی پہچان آسان ہو جائے اور شکوک وشبہات کا جو غبار حسنِ حقیقت کو مستور کرنے کیلئے اٹھایا جا رہا ہے اس کا سد باب ہو جائے۔ جس روز صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر محبوب خدا ﷺ نے قریش مکہ کو دعوت توحید دی اسی روز سے عدوات وعناد کے شعلے بھڑکنے لگے تھے، ہر طرف سے مصائب وآلام کا سیلاب امڈ کر آنا شروع ہوا اور غم واندوہ کا اندھیرا گہرا ہوتا چلا گیا۔ ایسے میں حضرت ابوطالب اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وجود مسعود ہر نازک مرحلہ پر تسکین وراحت کا سبب بنتا رہا۔ بعثت کے دسویں سال حضور ﷺ کے مشفق چچا وفات پا گئے۔ ابھی یہ زخم جدائی مندمل نہ ہوئے تھے کہ حضور ﷺ کی مونس وہمدم اور عالی حوصلہ رفیقۂ حیات بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ کفار مکہ کی انسانیت سوز کارستانیوں اور سفاکانہ روش پر مزاحمت کرنے والا بظاہر کوئی نہ رہا جس کی وجہ سے ان کی ایذا رسانیاں حد سے بڑھ گئیں۔

حضور ﷺ اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہاں پر پیغام حق کی پزیرائی ہو لیکن اہالیان طائف کے ظالمانہ اور بہیمانہ برتاؤ سے مایوس ہو گئے ایسے میں خداوند بزرگ وبرتر نے اپنی عظمت وکبریائی کی روشن نشانیوں کا مشاہدہ کرانے کیلئے اپنے محبوب ﷺ کو عالم بالا کی سیاحت کیلئے بلایا تاکہ اپنے رب کریم کی نصرت پر حق الیقین ہو جائے لہٰذا یہ وقت سفر اسریٰ کیلئے انتہائی موزوں تھا۔ احادیث صحیحہ میں اس مقدس سفر کی جو تفصیلات دی گئی ہیں، اس کی اجمال کچھ یوں ہے

"حضور ﷺ ایک رات خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں محو استراحت تھے کہ جبرئیل امین علیہ السلام آئے خواب سے بیدار کیا، ارادۂ خداوندی سے آگاہی بخشی۔ حضور ﷺ بیدار ہو کر چاہ زمزم کے پاس لائے گئے۔ سینہ مبارک کو چاک کر کے قلب اطہر میں ایمان وحکمت سے بھرا طشت انڈیل دیا گیا پھر سینہ مبارک کو درست کر دیا گیا۔ حرم پاک سے باہر تشریف لائے، سواری کیلئے ایک تیز رفتار جانور براق

پیش کیا گیا جس کی تیز رفتاری کا عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی وہاں قدم رکھتا۔ حضور ﷺ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس تشریف لائے۔ براق کو حلقۂ انبیاء کی جگہ باندھ کر مسجد اقصیٰ تشریف لائے۔ وہاں جملہ انبیائے کرام حضور ﷺ کے منتظر تھے، انہوں نے حضور ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ اس طرح لَتُؤمِنُنَّ کا جو عہد روز ازل انبیاء کرام سے لیا گیا تھا (کہ تم میرے محبوب ﷺ پر ضرور ایمان لانا) کی تکمیل ہوئی۔ ازاں بعد موکب ہمایوں بلندیوں کی طرف پر کشا ہوا۔ مختلف آسمانوں پر انبیاء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ساتویں آسمان پر اپنے جد مکرم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جو بیت المعمور سے پشت لگائے تشریف فرما تھے، انہوں نے حضور ﷺ کو اہلاً وسہلاً کہا، حضور ﷺ آگے بڑھ سدرۃ المنتہیٰ (انوار ربانی کی تجلی گاہ) تک پہنچے جس کی کیفیت الفاظ کے پیمانوں میں سما نہیں سکتی۔ عقاب ہمت یہاں بھی آشیاں بند نہیں ہوا، وہاں سے آگے بڑھے، اسے ما و شما سمجھنے سے قاصر ہیں، زبان قدرت گویا ہوئی ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ○ پھر ارشاد ہوا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ○ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں "پھر شاہد مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلعت گاہ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام (انور) عطا ہوئے جس کی لطافت و نزاکت بار الفاظ کی متحمل نہیں ہو سکتی (سیرت النبی جلد سوئم)۔

اسی مقام قرب اور گوشۂ خلوت میں دیگر انعامات نفیسہ کے علاوہ پچاس نمازوں کا حکم ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایما پر رسالت مآب ﷺ نے کئی بار خدائے بزرگ کے حضور تخفیف کی التجائیں کیں جسے شرف قبولیت بخش کر نماز کی تعداد پانچ کر دی گئی، ثواب پچاس کا ہی رہا۔ فراز عرش سے زمین پر واپس ہوئے درآنحالیکہ ہر طرف رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔

واقعہ معراج بڑی طویل مسافت پر محیط تھا جس میں بلا ریب عجیب و غریب واقعات کا مشاہدہ ہوا۔ وہ لوگ جو نور ایمان سے محروم تھے انہوں نے اس خارق عادت واقعہ کو جھٹلایا، ضعیف الاعتقاد لوگوں کے پاؤں ڈگمگائے لیکن وہ لوگ جن کے دل نور ایمان سے منور تھے انہیں اس واقعہ عظیم کے تسلیم کر لینے میں کوئی پریشانی اور تذبذب نہیں ہوا بلکہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس واقعہ

کا ذکر ہوا تو آپ نے بلا تاخیر فرمایا کہ اگر میرے آقا و مولا ﷺ نے ایسا فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے، جو اس واقعہ کی خبر دینے والا ہے وہ اتنا سچا ہے کہ اس کی صداقت کی متعلق شک وشبے کی گنجائش ہی نہیں۔ لہٰذا شب اسریٰ کی صبح حرم کعبہ میں کفار کے مجمع میں نبی برحق ﷺ نے عنایت ربانی کا ذکر فرمایا تو منکرین اسلام نے صاف انکار کر دیا جبکہ طالبان حق نے بلا چون وچرا تسلیم کر لیا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت اور اس کی شان کبریائی پر ایمان رکھتے ہیں اور فخر موجودات سیدنا ومولانا محمد مصطفی ﷺ کو سچا رسول مانتے ہیں ان کیلئے واقعہ معراج کی صداقت پر اس آیہ کریمہ کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

ملاحظہ کریں اس آیہ کریمہ کا آغاز سُبحٰن کے کلمہ سے کیا گیا ہے، یہ لفظ باب تفعیل کے مصدر کا علم ہے اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب ونقائص سے مبرا اور منزہ ہے علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ لفظ تسبیح کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کمزوریوں، عیبوں اور کوتاہیوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے جس سے کفار اللہ تعالیٰ کو متہم کرتے تھے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کا جو ارشاد نقل کیا ہے وہ بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے۔ "سُبحٰن کے کلمہ سے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب ونقص، کمزوری اور بے بسی سے پاک ہے بطور دلیل ارشاد فرمایا اَلَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے محبوب بندے ﷺ کو رات کے قلیل حصہ میں اتنا طویل سفر کرایا اور اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بینات دکھائیں جس واقعہ کو اللہ تعالیٰ اپنی سبحانیت کی دلیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے وہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوسکتا بلکہ کوئی بڑا اہم، عظیم الشان اور محیر العقول واقعہ ہوگا۔ لہٰذا معراج کا انکار اللہ تعالیٰ کی قدوسیت وسبوحیت کی قرآنی دلیل کو مسترد کرنے کے مترادف ہے۔ اسریٰ لیلاً رات کو سیر کرائی۔ لیلاً پر تنوین اس امر پر غمازی کرتی ہے کہ سفر ایک قلیل عرصہ میں بڑے اطمینان اور عافیت سے طے پایا۔ اسریٰ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے حضور ﷺ کا ذکر بِعَبْدِہٖ سے کیا گیا ہے۔ مصلحت یہ ہے کہ رفعت شان اور علو مرتبت کو دیکھ کر امت اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے جس میں عیسائی کمالات ومعجزات عیسوی دیکھ کر مبتلا ہو گئے تھے۔ مفسرین اس ضمن میں لکھتے

ہیں کہ حضور ﷺ جب بارگاہ صمدیت میں مقام قاب قوسین اوادنیٰ پر فائز ہوئے تو رب العزت نے دریافت فرمایا لم اشرفک یا محمد یعنی اے سراپا حمد وستائش آج میں تمہیں کس لقب سے سرفراز کروں؟ تو آقا ﷺ نے عرض کیا بنسبتی الیک بالعبودیۃ یعنی مجھے اپنے بندے کی نسبت سے مشرف فرمایئے۔ اسی لئے ذکر معراج کے مواقع پر آپ کے پسند کردہ لقب سے آپ کو یاد فرمایا۔ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا کے کلمات سے اس سفر کی غرض وغایت بیان فرمائی کہ یہ سفر کسی عجلت میں بھاگم بھاگ بے مقصد طے نہیں ہوا بلکہ خالق کائنات نے صحیفہ کائنات کے ہر ہر صفحہ پر گلشن ہستی کی ہر ہر پتی پر اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت، علم اور حکمت کے جتنے کرشمے تھے سب بے نقاب کرکے اپنے محبوب پاک ﷺ کو دکھا دیئے جو لوگ معراج کو عالم خواب کا واقعہ کہتے ہیں ان کیلئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول مسکن جواب ہے۔ (احکام قرآن)

''یعنی اگر معراج عالم خواب کا واقعہ ہوتا تو کوئی اس سے فتنہ وفساد میں مبتلا نہ ہوتا اور کوئی اس کا انکار نہ کرتا کیونکہ خواب میں آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے کرسی پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا کوئی ایسا خواب نہیں ہے کہ جس کو مستبعد اور خلاف عقل سمجھ کر اس کا انکار کر دیا جائے''

اب ذرا ان حضرات کے ارشادات کو ملاحظہ فرمایئے جو معراج اور دوسرے معجزات کا انکار اس لئے کرتے ہیں کہ یہ خلاف عقل ہیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ نظام اپنے بے عدیل ارتباط اور نورانیت، بے مثل ترتیب ویکسانیت کی وجہ سے چند قوانین وضوابط کا پابند ہے جنہیں وہ قوانین فطرت (Laws of Nature) کے نام سے پکارتے ہیں۔ فطرت کے قوانین اٹل ہیں ان میں ردوبدل کے تصور سے سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے اس لئے عقل معجزات کو تسلیم نہیں کرتی۔ معراج بھی ایک معجزہ ہے اس لئے عقلاً یہ محال ہے۔ علماء اسلام نے معجزے کی جو تعریف کی ہے وہ یہ نہیں ہے کہ معجزہ قوانین فطرت کے خلاف ہوتا ہے اور قوانین فطرت سے متجاوز اور متخاصم ہے بلکہ معجزہ کی تعریف یہ ہے ''مدعی رسالت کی سچائی ثابت کرنے کیلئے کسی ایسے امر کا ظہور پذیر ہونا جو عادت کے خلاف ہو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ اگر عمیق نظر سے دیکھا جائے تو ہو سکتا ہے کہ یہ قانون فطرت کے مطابق ہی رُوپذیر

ہوئے ہوں جس تک ہمارے ادراک کی رسائی ابھی تک نہ ہوئی ہو یا جسے ہمارا فہم ابھی تک مسخر کرنے میں ناکام رہا ہو۔ یقیناً آج تک کسی فلسفی یا سائنسدان نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ فطرت کے تمام قوانین یعنی اسرار اور موز مسخر کر لئے گئے ہیں چنانچہ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار نے معجزہ کی تعریف یوں کی ہے "یہ ایک غیر معقول تصور اور خوش فہمی ہے کہ فطرت کا طریق کار اتنا دانشمندانہ اور بہترین ہے کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے وجود کو مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر آپ منکر ہیں تو آپ کے ساتھ معجزات پر بحث عبث اور قبل از وقت ہے۔ پہلے آپ کو وجود خداوندی کا قائل کرنا پڑے گا اس کے بعد معجزہ کے اثبات کا مناسب وقت آئے گا اور اگر آپ وجود باری کے قائل تو ہیں لیکن آپ سمجھتے ہیں کہ خدا اور فطرت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا آپ خدا کو خالق کائنات تو مانتے ہیں ہیں لیکن بھی سمجھتے ہیں کہ اب اس کا اپنی پیدا کردہ دنیا میں کوئی عمل دخل نہیں اور وہ ہنگامہ ہائے خیر وشر کا خاموشی سے تماشہ کر رہا ہے تو پھر معجزہ کے انکار کی وجہ سمجھ میں آسکتی ہے لیکن اگر آپ ذات خداوندی کے قائل ہیں اور اسے قادر مطلق اور مدبر بااختیار بھی تسلیم کرتے ہیں تو پھر آپ کا نوامیس فطرت کو غیر متغیر یقین کرنا اور اس بناء پر معجزات کا انکار کرنا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ عام معمول خداوندی ہے کہ وہ علت ومعلوم اور سبب ومسبب کے تسلسل کو قائم رکھتا ہے اور ظہور معجزہ کے وقت اسے اپنی قدرت اور حکمت کے پیش نظر خلاف معمول اس تسلسل کو نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ وہ ایک بااختیار ہستی ہے جب چاہے اپنے معمول کو بدل دے۔ مشاہدہ کا انکار ممکن نہیں اور کسی چیز کا خلاف معمول وقوع پذیر ہونا قطعاً اس کے ناممکن ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ انسائیکلو پیڈیا میں ایک دوسرے مقام پر یوں لکھا ہے

The laws of nature may be regarded as habits of the devine authority, and miracles as unusual acts which while consistant with divine charter mark a new stage in the fulfilment of the purpose of God (586)

"یعنی قوانین فطرت کو ہم عادات خداوندی کہہ سکتے ہیں معجزات کے بارے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا

سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے پیش نظر خلاف عادت ایسا کیا ہے اور یہ قطعاً ناروا نہیں''

مغربی فلاسفر ہیوم نے معجزات پر جس انداز میں خیالات کا اظہار کیا ہے اس پر مصر کے ایک عالم استاد احمد امین تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''ہیوم نے اپنے ایک مقالے میں معجزات کا بطلان ثابت کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ معجزات ہمارے تجربات کے خلاف ہیں اس لئے ناقابل تسلیم ہیں۔ استاد موصوف ہیوم کے خیالات کے سلسلہ میں ان سے سوال کرتے ہیں کہ آپ کا یہ دعویٰ کہ علت و معلول اور سبب اور مسبب کا حقیقت الامر سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہم بار ہا مشاہدہ کرتے آئے ہیں کہ ایسا ہو تو یوں ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم نے ہر چیز کو دوسری چیز کی علت فرض کر لیا حالانکہ حقیقت میں اس کا علت ہونا ضروری نہیں اور دوسری طرف آپ معجزہ کا انکار اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ یہ مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے جب آپ کے نزد علت و معلول کا کوئی تصور ہی نہیں ہر چیز بغیر تحقیق علت وقوع پذیر ہو رہی ہے اور کسی چیز کے ساتھ ربط نہیں تو پھر معجزہ کی وقوع پذیری جس کی تعلیل کرنے سے قاصر ہیں تو کونسی قباحت ہوگئی۔ پہلے بھی جتنی چیزیں معرض وجود میں آئیں وہ علت حقیقیہ کے بغیر موجود تھیں اور یہ امر بھی بغیر علت کے ظاہر ہوا پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک کو تسلیم کیا جاتا ہے اور دوسرے کی انکار میں غلو کرنے میں اپنے فلسفہ کی بنیاد بھی سرے سے فراموش ہوگئی ہے''۔ (قصۃ الفلسفیۃ الحدیثہ جزو اول صفحہ ۲۲۵) بلکہ بعض حضرات نے اپنے جذبہ تجسس کو یہ پھکی دیکر سلا دیا کہ ان واقعات کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ محض عقیدتمندوں کی جوش عقیدت کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ انہوں نے معمولی اور عادی واقعات کو مبالغہ آرائی سے خرق عادت بنا دیا''۔

سورۃ النجم کے تشریح کرتے ہوئے علامہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں

وَالنَّجمِ اِذَا ھَوٰی o ترجمہ: قسم ہے اس تابندہ ستارے کی جب وہ نیچے اترا، نجم مطلق ستارہ کو بھی کہتے ہیں، اہل عرب النجم سے ثریا (پروین) بھی مراد لیتے ہیں۔ ھَوٰی سے دو معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ ایک محبت کرنا دوسرے نیچے گرنا اور بلند ہونا۔ ستارہ رات کے اندھیرے میں روشنی ہم

پہنچاتا ہے، فضاء کو ٹمٹماہٹ سے حسن وزینت بخشتا ہے، لق ودق صحرا میں منزل کی سمت کا تعین کرتا ہے، یہ اس وقت ممکن ہے جب وہ طلوع ہو رہا ہو یا ڈھل رہا ہو۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ایک روایت (روح المعانی) میں مروی ہے ترجمہ: النجم سے مراد ذات پاک مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء ہے اذا ھوی سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج آسمان سے واپس زمین پر نزول فرمانا ہے۔ اس کے بعد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اذا ھوی سے یہ مراد لینا بھی جائز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج وہاں تک عروج کرنا جہاں مکان کی سرحدیں ختم ہو جاتی ہیں۔ قرآن کریم کی وہ مقدار جو ایک مرتبہ نازل ہو نجم کہلاتی ہے۔ بعض علماء نے یہاں النجم سے بھی قرآن کریم کا نازل شدہ حصہ مراد لیا ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔ بقول حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ جواب قسم ہے۔ آیت میں صَاحِبُكُمْ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم انور کی ذات بابرکات ہے صَاحِب کا معنی سید و مالک بھی ہے۔ بقول صاحب مفردات سیدھے راستے سے روگردانی کو ضلال کہتے ہیں۔ مفردات میں غوی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں وہ جہالت جو باطل عقیدہ کی وجہ سے ہو۔ علامہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ حقی اعتقادی غلطی کو غوایہ کہتے ہیں اور ضلال عام ہے یہ اقوال، افعال، اخلاق، اور عقائد کی غلطی کیلئے استعمال ہوتا ہے حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار مکہ کو دعوت توحید شروع کی اور کفر وشرک سے باز آنے کی تلقین کی تو مکہ والوں نے کہنا شروع کیا کہ آپ نعوذ باللہ گمراہ ہو گئے ہیں، ان کا عقیدہ بگڑ گیا ہے۔ خالق ارض وسماء نے قسم کھا کر ان کے الزامات کی تردید کی کہ ان کے قول، عمل اور کردار میں گمراہی کا نام ونشان تک نہیں، نہ ان کے عقیدہ میں کوئی غلطی اور کجی ہے اور صاحبکم فرما کر ان کی کتاب زیست کے تمام پہلوؤں کی منظر کشی کر دی۔ ان کا بچپنہ، عہد شباب، کاروبار میں راست بازی، سماجی قومی اور ملکی مسائل میں ان کی فراست اور اصابت غرضیکہ زندگی کی سب معمولات کفار کے سامنے الم نشرح تھیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی شبنم کی طرح پاکیزہ، پھول کی طرح شگفتہ اور آفتاب کی مانند بے داغ ہے تو پھر کفار کو اس پر ضلالت اور غوایت کے الزام لگاتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ کتنا بارعب، حسین اور مدلل انداز بیان ہے

جو محبوب پاک ﷺ کی شان میں اختیار کیا گیا ہے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اور وہ تو بولتا نہیں اپنی خواہش سے۔ اس آیہ پاک میں پہلی آیہ کی تائید مزید کی جا رہی ہے کہ کوئی غلط قدم اٹھانا اور کسی باطل عقیدہ کو اپنانا تو دور کی بات ہے ان کا تو یہ عالم ہے کہ وہ خواہش نفس سے لبوں کو جنبش بھی نہیں دیتے۔ ان کی زبان مبارک پر کوئی ایسی بات آتی ہی نہیں جس کا محرک ان کی ذاتی خواہشات ہوں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ مگر ان کی زبان مبارک سے وہی کچھ نکلتا ہے جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ علامہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کی وضاحت یوں کرتے ہیں ھُو کا مرجع قرآن کریم ہے یہ کفار کے ایک سوال کا جواب ہے "یعنی جب وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے تو پھر جو باتیں وہ لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں یہ کیا ہیں؟ کفار کے اس استفسار کا یہ جواب ہے کہ وہ ہو بہو وہی کچھ پڑھ کر سناتے ہیں جو ان پر وحی نازل کی جاتی ہے۔ بعض علماء کی رائے میں ھُو کا مرجع صرف قرآن کریم نہیں بلکہ قرآن کریم کے علاوہ جو بات حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلتی ہے وہ سب وحی ہے۔ علماء کے نزدیک وحی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وحی جلی جس کے معانی اور کلمات سب منزل من اللہ ہوں۔ دوسری وحی خفی یا غیر متلو یعنی معانی کا نزول تو منجانب اللہ ہو لیکن ان کو الفاظ کا جامہ حضور ﷺ نے خود پہنایا ہو بعض علماء نے ان آیات کے پیش نظر حضور ﷺ کے اجتہاد کا انکار کیا ہے لیکن جمہور فقہاء نے حضور ﷺ کے اجتہاد کی وضاحت یوں کی ہے کہ اجتہاد بھی باذن اللہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ جو بات بذریعہ اجتہاد فرماتے ہیں وہ بھی عین منشاء خداوندی ہوا کرتی ہے۔

کتب احادیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ منقول ہے وہ کہتے ہیں میرا یہ دستور تھا کہ جو کچھ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سنتا وہ لکھ لیا کرتا۔ قریش کے بعض احباب نے حضور ﷺ کے ہر قول کو نوٹ کرنے سے منع کیا کہ حضور ﷺ انسان ہیں کہیں غصے میں کوئی بات فرما دیا کریں چنانچہ انہوں نے لکھنا بند کر دیا۔ جب اس کا ذکر بارگاہ رسالت ﷺ میں کیا گیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اکتب فو الذی نفسی بیدہ ماخرج منی الا الحق یعنی اے

عبداللہ تم میری ہر بات کو لکھ لیا کرو۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی۔

عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ○ ذُوْمِرَّةٍ ۚ فَاسْتَوٰی ○ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ○ ترجمہ: انہیں سکھایا زبردست قوتوں والے نے۔ علامہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی تک کی تفسیر میں علماء میں اختلاف ہے ایسی روایات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی ان آیات کے بارے میں اختلافات موجود تھے، جہاں تک آیات کی نصوص کا تعلق ہے ان سے مختلف مفہوم اخذ کئے جا سکتے ہیں اور کوئی ایسی حدیث مرفوع بھی موجود نہیں جو ان آیات کے مفہوم کو متعین کر دے۔ بعد میں آنے والے علماء کرام ان آیات کے بارے میں دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ اپنی دیانتدارانہ تحقیق کی روشنی میں ہمیں یہ حق تو پہنچتا ہے کہ ان دو اقوال میں سے کوئی ایک قول اختیار کریں لیکن ہمیں یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ دوسرے قول کے قائلین کے بارے میں کسی بدگمانی کا شکار ہوں۔

حضرت علامہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ مختلف مکاتب فکر کی روشنی کی تحقیق کی روشنی میں لکھتے ہیں "عام مفسرین کے نزدیک شَدِیْدُ الْقُوٰی سے مراد جبرئیل امین علیہ السلام ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم سکھایا۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے شَدِیْدُ الْقُوٰی ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ آپ چشم زدن میں سدرۃ المنتہیٰ سے فرش زمین پر پہنچ جاتے، آپ وحی الٰہی کے بارگراں کے متحمل تھے، آپ نے ہی لوط علیہ السلام کی بستی کو جڑ سے اکھیڑا، آسمان کی بلندیوں تک اٹھا کر زمین پر اوندھا کر کے پھینک دیا۔

ذُوْمِرَّةٍ ۚ فَاسْتَوٰی ○ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ○ یعنی پھر اس نے بلندیوں کا قصد کیا اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھا (ذُوْمِرَّہ بڑے دانا نے، مِرَّہ رسی کو بٹنے اور بل دے کر پختہ اور مضبوط بنانے کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ جسمانی اور ذہنی دونوں قوتوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے حکیم اور دانا کو بھی ذُوْمِرَّہ کہتے ہیں---قرطبی) شَدِیْدُ الْقُوٰی سے حضرت جبرئیل کی جسمانی قوتوں کا بیان ہے اور

ذُو مِرَّہ سے دانشمندی اور عقلمندی کا ذکر ہے۔لاریب جو ہستی تمام انبیاء کرام کی طرف وحی لے کر نازل ہوتی رہی اور پوری دیانتداری سے امانت کو حق ادا کرتی رہی اس کی دانشمندی اور فرزانگی کے بارے میں کسی شک وشبہ ہو سکتا ہے۔فَاسْتَوٰی کا فاعل بھی جبرئیل امین علیہ السلام ہیں، آپ اپنی حقیقی یعنی ملکی شکل میں نمودار ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کی تکمیل کیلئے (ابتدائی ایام میں جب آپ غار حرا سے باہر تشریف فرماتے) اپنی اصل شکل میں ظاہر ہوئے۔آپ جب چھ سو پروں سمیت نمودار ہوئے تو شرق سے غرب تک آسمان کے کنارے بھر گئے حالانکہ آپ نے ابھی دو پر ہی پھیلائے تھے۔ فَاسْتَوٰی کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ قرآن جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا وہ آپ کے سینہ اقدس میں قرار پکڑ گیا اور اس کے بھولنے کا کوئی امکان نہیں۔

وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۝ ترجمہ: اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھا ھو کا مرجع بھی جبرئیل امین علیہ السلام ہے افق اس کنارے کو کہتے ہیں جہاں آسمان اور زمین باہم ملتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اَعْلٰی کا مطلب بلند، بلند ترین۔آیت کا معنی یہ ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام طلوع آفتاب کے مقام پر اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوئے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ پھر وہ قریب ہوا اور زیادہ قریب ہوا (دونوں فعلوں کا فاعل بھی جبرئیل امین علیہ السلام ہیں)۔دَنَا کا معنی قریب ہونا تَدَلّٰی کا معنی کسی بلند چیز کا نیچے کا طرف لٹکنا یوں کہ اس کا تعلق اپنی اصلی جگہ سے بھی قائم رہے۔کنوئیں میں ڈول لٹکا کر اگر رسی ہاتھ میں پکڑی رہے تو اسے ادلی دلوا کہتے ہیں۔اسی طرح پھلوں کے گچھے جو شاخوں سے لٹکتے ہوں دوالی کہلاتے ہیں۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔جبرئیل علیہ السلام جو اپنے چھ سو پروں سمیت مشرقی افق پر نمودار ہوئے اور افق کی بلندیوں سے اتر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب ہو گئے۔

فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔حضرت العلامہ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''جبرئیل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنے قریب ہوئے۔قاب کا معنی مقدار اور اندازہ ہے قوسین، قوس (کا تثنیہ) ہے۔اہل عرب نہایت

قرب کیلئے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ عہد جاہلیت میں دو قبیلوں کے سردار جب باہمی دوستی کا اعلان کرتے تو اپنی کمانوں کو ملا دیتے پھر یکجا شدہ کمانوں میں ایک تیر رکھ کر دونوں سردار اس کو چھوڑ دیتے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ○ پھر وحی کی اللہ نے اپنے محبوب بندے ﷺ کی طرف جو چاہا۔ اَوْحٰی کا فاعل بھی جبرئیل امین علیہ السلام ہے عَبْدِہٖ کی ضمیر کا مرجع بالاتفاق اللہ ہے یعنی جبرئیل امین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف وحی کی جو حق نے چاہا۔ بعض نے پہلے اَوْحٰی کا فاعل جبرئیل امین علیہ السلام اور دوسرے اَوْحٰی کا فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے تو مطلب یوں ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے بندے کو وحی کی جو رب العزت نے جبرئیل علیہ السلام پر وحی کی۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (یعنی چشم مصطفیٰ ﷺ نے) یعنی حضور ﷺ نے جب جبرئیل امین علیہ السلام کو دیکھا تو دل نے اس کی تصدیق کی جو کچھ آنکھوں نے دیکھا، نگاہوں نے دھوکا نہیں کھایا اور دل نے بھی بصارت کی تصدیق کی، دل کو یہ عرفان اور ایقان کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ انبیاء کرام کو شیطان کی وسوسہ اندازیوں اور نفسانی شکوک وشبہات سے بالکل محفوظ رکھتا ہے۔ جس طرح اپنی نبوت پر یقین محکم ہوتا ہے اسی طرح جو وحی اتاری جاتی ہے اس کو بھی برحق سمجھتے ہیں۔ جن انوار وتجلیات کا انہیں مشاہدہ کرایا جاتا ہے ان کے بارے میں انہیں ذرا بھی تردد نہیں ہوتا۔ تسلیم ورضا کا یہ علم ویقین اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ودیعت کیا جاتا ہے۔ علم و یقین اور عمل علی العلم کا شعور اللہ تعالیٰ نے ہر ذی روح کو بقدر فہم عطا کیا ہے۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰی ○ کیا تم جھگڑتے ہو اس پر انہوں نے جو دیکھا۔ تمارون المراء سے ماخوذ ہے معنی جھگڑنا، بحث وتکرار کرنا آیہ مبارکہ کا مطلب یہ ہوا کہ اے کفار! تم میرے رسول ﷺ سے اس بات پر جھگڑتے ہو جس کا مشاہدہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ○ اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے لوگو! تم تو اس بات پر جھگڑ رہے ہو کہ میرے رسول ﷺ نے جبرئیل امین علیہ السلام کو ایک بار بھی دیکھا ہے یا نہیں حالانکہ انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کو دوسری مرتبہ بھی دیکھا ہے۔

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوسری بار دیکھنے کی جگہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ سدرہ کے معنی بیری کا درخت منتہیٰ آخری کنارہ، آخری سرحد۔ آیہ مبارکہ کا ترجمہ یوں ہوا کہ اس کو بیری کے درخت کے پاس دیکھا جو مادی جہان کی آخری سرحد ہے۔ بیری کا درخت، اس کی شاخوں، پتوں، پھلوں کی نوعیت کیا ہے؟ ہمیں اس کی ماہیت معلوم کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ ان کے ساتھ ہمارا کوئی دنیوی یا اخروی نفاذ وابستہ نہیں، یہ ایسے حقائق ہیں جنہیں اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ یعنی اس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ ماویٰ اسم ظرف ہے اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان قرار پکڑتا ہے، آرام کرتا ہے۔ اس جنت کو جنت الماویٰ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں شہدا کی روحیں تشریف فرما ہیں، یہ جبرئیل امین علیہ السلام اور دوسرے ملائکہ کی رہائش گاہ بھی ہے نیز پرہیز گار اہل ایمان کی روحیں یہاں اقامت گزیں ہوتی ہیں و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ○ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ یعنی جن انوار و تجلیات کے ہجوم نے سدرہ کو ڈھانپ رکھا تھا ان کو بیان کرنے کیلئے نہ تو کسی لغت میں کوئی لفظ موجود ہے اور نہ ہی اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کسی کے فہم و بصیرت میں یارا ہے۔ یہ جس طرح ذکر و بیاں سے ماورٰی ہے اسی طرح ادراک کی رسائی سے بھی بالاتر ہے اس دلآویز منظر کی تصویر کشی کیلئے بس اتنا کافی ہے اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ○

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ○ نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ ﷺ) نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔ پیر کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "علامہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے زاغ کے دو معنی لکھے ہیں کسی چیز کا دائیں بائیں مڑ جانا، اس معنی کے مطابق آیت کا مطلب سرور دو جہاں ﷺ کی نگاہ اپنے مقصود کی دید میں محو رہی کسی دوسری طرف مائل نہ ہوئی۔ دوسرا معنی نگاہ کا درماندہ ہو جانا یعنی دوپہر کو سورج کی طرف دیکھتے وقت آنکھیں تمازت کی تاب نہ لا کر چندھیا جاتی ہیں۔ فرمایا میرے محبوب ﷺ کی آنکھیں ان انوار کی چمک و دمک سے خیرا ہو کر چندھیا

نہیں گئیں یعنی درماندہ ہو کر بند نہیں ہو گئیں بلکہ جی بھر کر ان کا دیدار کیا۔ اس موقعہ پر ایک شعر

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوہ صفات | تو عین ذات می نگری تبسمی

وَمَا طَغٰی سے اپنے حبیب پاک ﷺ کی چشم مبارک کی دوسری شان بیان کی گئی ہے طَغٰی کے معنی حد سے تجاوز کرنا ہے۔ گزشتہ اوراق میں تشریح ایک مکتب فکر کے مطابق کی گئی ہے۔ اب دوسرے مکتب فکر کا نقطہ نظر پیش کیا جا رہا ہے جن کے رہنما امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

علمہ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝ اور ذُوْمِرَّۃٍ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں یعنی زبردست قوتوں والے مالک نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو قرآن پاک کی تعلیم دی جس طرح اَلرَّحْمٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ میں واضح طور پر مذکور ہے۔

فَاسْتَوٰی کا فاعل نبی کریم ﷺ ہیں یعنی سفر معراج میں اُفُقِ الْاَعْلٰی پر تشریف فرما ہوئے پھر حضور ﷺ مکان کی سرحدوں کو عبور کرتے ہوئے لامکان میں رب العزت کے قریب ہو کر فَتَدَلّٰی (سجدے ریز ہوئے) پس اتنے قریب ہوئے جتنا دو کمانیں کھنچتے وقت ہو جاتی ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس حالت قرب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے پر وحی فرمائی جو ان (جل جلالہ) کا جی چاہا فرمائی۔ اس حریم ناز میں صفاتی تجلیات اور ذاتی انوار کا جو مشاہدہ بے تاب نگاہوں نے کیا دل نے اس کی تصدیق کی۔ دکھانے والے نے جو دکھانا تھا دکھا دیا، دیکھنے والے نے جو دیکھنا تھا جی بھر کر دیکھا۔ یہ دیدار فقط ایک بار نصیب نہیں ہوا بلکہ دوبارہ شرف دید سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہوا۔ علامہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک یہی قول راجح ہے کیونکہ عبد کی ملاقات عبد سے نہیں بلکہ خالق عبد سے ہو رہی ہے۔ اگر جبرئیل امین علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر ہوتا تو ایک آیت ہی کافی ہوتی۔ کیف انگیز بیان صاف اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہاں عبد کامل کی اپنے معبود برحق کے ساتھ ملاقات کا بیان ہے جہاں ایک طرف عشق، نیاز مندی ہے اور دوسری طرف حسن کامل کی جلوہ ریزی، شان صمدیت کا وقار اور شان بندہ نوازی بے پایاں نوازشات اپنے جوبن پر ہیں۔ حضور ﷺ کی ملاقات جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ یقیناً باعث عزو شرف ہے لیکن سرکار دو عالم ﷺ کیلئے ہے۔

محبوب حقیقی کے ساتھ ملاقات باعث ہزار سعادت وفضیلت ہے۔ان آیات کو ان حقائق کے تناظر میں ایک مرتبہ پھر پڑھئے آپ کا وجدان اسلوب نگارشات کی رعنائیوں پر جھوم جھوم اٹھے گا۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا | عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

کفار کا حضور ﷺ پر یہ اعتراض کہ حضور ﷺ کا کلام منجانب اللہ نہیں ہے یا تو یہ من گھڑت ہے یا کوئی انہیں سکھاتا ہے۔اسی ذہنی کشمکش سے رستگاری صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر صاد کیا جائے۔اپنے اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر حضرت العلامہ رحمۃ اللہ علیہ مسلم شریف کی حدیث کے ایک حصے کا ذکر کرتے ہیں جو معراج شریف سے متعلق ہے (ترجمہ مسلم شریف جلد اول صفحہ ۹۱)

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں پھر مجھے اور جبرئیل علیہ السلام کو ساتویں آسمان لے جایا گیا۔جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کیلئے کہا۔اندر سے پوچھا گیا کون ہے،ساتھ کون ہے؟جبرئیل علیہ السلام نے کہا میں جبرئیل علیہ السلام ہوں میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں اور انہیں بلایا گیا ہے۔دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں۔بیت المعمور وہ مقدس مقام ہے جہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں لیکن دوبارہ انہیں یہ سعادت کبھی نصیب نہیں ہوتی۔پھر فقط مجھے سدرۃ المنتہیٰ لے جایا گیا۔سدرہ (یعنی بیری) کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند اور پھل مٹکوں کے برابر ہیں پھر سدرہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھانپنے والے نے ڈھانپ لیا۔منظر اتنا دلفریب اور دلکش ہوگیا کہ کوئی ذی روح اس کے حسن وجمال کے نقوش بیان نہیں کرسکتا۔پھر خالق حسن وجمال نے میری طرف وحی فرمائی جو چاہا چنانچہ مجھ پر دن رات میں پچاس نماز فرض کی گئیں۔چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی فرمائش پر حضور ﷺ اللہ پاک کے پاس تخفیف کیلئے جاتے رہے۔تخفیف ہوتی رہی حتیٰ کہ آخر کار پانچ نمازیں فرض کردی گئیں چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! اگرچہ یہ تعداد میں پانچ ہیں لیکن ثواب پچاس کا ملے گا۔اس حدیث کو غور سے پڑھنے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ ساتویں آسمان پر جبرئیل علیہ السلام کی حد پرواز ختم ہونے پر حضور اکرم ﷺ کو اکیلا

لے جایا گیا۔ پھر فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی o میں وحی کرنے والا ذات باری تعالیٰ ہے اور اس مقام پر وحی کی جا رہی ہے جو جبرئیل علیہ السلام کی حد سے باہر ہے۔ نماز کی فرضیت کا فاعل بھی رب ذوالجلال ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جب تخفیف نماز کا مشورہ دیتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام کے پاس نہیں بلکہ خالق کائنات کے پاس۔ نویں بار جب بارگاہ خداوندی میں حاضری ہوئی تو صرف پانچ نمازیں ہی معاف نہیں کیں بلکہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آپ کا امتی نیکی کا ارادہ کرے تو اسے ایک ثواب اور عمل کرے تو دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ برائی کا ارادہ کرنے والے کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور گناہ کرنے کی صورت میں ایک گناہ لکھا جائے گا تو یہ ہے اللہ کے محبوب کی نیاز مندی اور رب کریم کی بندہ نوازی کا عکس جمیل۔

یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ نمازیں اللہ پاک نے اگر آخر میں پانچ ہی فرض کرنی تھیں تو پہلے پچاس فرض کرنے میں کیا حکمت تھی۔ اس میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ اللہ پاک نے یہ مہربانی اپنے محبوب کریم کے صدقے میں تم پر کی۔ کہنے والے کہیں گے کہ اللہ پاک نے پینتالیس نمازیں ایک بار ہی کیوں نہ معاف کر دیں۔ اس راز کو اہل محبت ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ پاک کو یہ ادا بہت پسند ہے کہ میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بار بار مانگتا جائے اور میں بار بار اس کے دامن طلب کو مراد سے بھرتا جاؤں۔ اس بار بار کے مانگنے اور بار بار کے دینے میں جو لذت و سرور ہے اس کو ایک محب اور حبیب ہی بہتر طور پر جان سکتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ایک اور حدیث شریف کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ''پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گذرا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے نبی صالح مرحبا! اے فرزند ارجمند خوش آمدید! میرے پوچھنے پر جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب کو ابن حزم اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو حبہ انصاری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہاں سے مجھے اوپر اس مقام پر لے جایا گیا جہاں سے مجھے اقلام تقدیر کے چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ابن حزم اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ جب میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں

نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے بتایا پچاس نمازیں تو موسیٰ علیہ السلام نے تخفیف کا مشورہ دیا چنانچہ میں لوٹ کر اپنے رب کے پاس گیا اور کچھ حصہ معاف ہوا۔ (مسلم شریف صفحہ ۹۳، مشکوٰۃ شریف)

حدیث کے الفاظ غور کے قابل ہیں کہ جس مقام کا ذکر ہو رہا ہے وہاں جبریل علیہ السلام موجود تھے؟ کیا ان کی رسائی وہاں ممکن تھی۔ کیا نمازوں کی فرضیت اور تخفیف کے وقت جبریل علیہ السلام واسطہ تھے یا کوئی اور؟ یہ آپ کے ذوق بصیرت پر منحصر ہے کہ آپ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ○ سے لے کر مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ○ تک کی آیات کو جبریل علیہ السلام پر منطبق کرتے ہیں یا ان احوال و واقعات پر جو زبان رسالت سے ان احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں۔

شب معراج سرکار دو عالم ﷺ کو دیدار الٰہی نصیب ہوا۔ اس میں دو آراء ہیں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ شب معراج حضور ﷺ کو دیدار الٰہی نصیب نہیں ہوا لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، دیگر صحابہ کرام، تابعین اور ہمنوا کا قول ہے کہ حضور ﷺ دولت دیدار سے مشرف ہوئے۔

ان اقوال کا تجزیہ کرتے ہوئے حضرت العلامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک متفق علیہ حدیث کے مطابق حضور ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔ ترمذی کی ایک حدیث کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام کو ایک ریشمی حُلّہ (پوشاک) میں دیکھا کہ آپ نے آسمان اور زمین کے مابین خلا کو پر کر دیا۔ ترمذی کی ایک روایت کے مطابق عرفہ کے میدان میں کعب رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک سوال نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو محمد ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ ہم کلام ہوئے اور محمد مصطفیٰ ﷺ دو مرتبہ دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔ مسروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب اس ضمن میں استفسار کیا تو انہوں نے اس ضمن میں تامل کیا۔

مذکور روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ کا

شدومد سے اصرار تھا کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار دل کی آنکھوں سے دو مرتبہ کیا۔ امام ترمذی کی ایک حدیث کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ (جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے) نے آپ سے عرض کیا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار "کہ آنکھیں ذات باری کا ادراک نہیں کرسکتی" ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے، حضور ﷺ نے اپنے رب کریم کو دو مرتبہ دیکھا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ کے بارے میں رجوع کیا اور پوچھا کیا حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس قول کو بلاتردد تسلیم کیا"۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ ایک دوسری روایت نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ عکرمہ رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے آپ کہا کرتے تھے کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ خلت کا مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے، کلام کا شرف موسیٰ علیہ السلام اور دیدار کی سعادت محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے ہو۔

امام مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھل رایت ربک قال نورانی اراہ

اس لفظ کو دو طرح سے پڑھا گیا نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا آپ نے فرمایا وہ نور ہے میں اسے کیونکہ دیکھ سکتا ہوں۔ دوسری صورت میں نُوْرَانِیٌّ اَرَاہُ کا معنی یوں ہوگا وہ سراپا نور ہے میں نے اسے دیکھا۔ مسلم کی ایک دوسری روایت عبداللہ بن شقیق سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے نور دیکھا۔ (جاری ہے)

نوجوانوں کے نام بلگرامی صاحب کا پیغام

(نیت اور عمل، محبت اور اتباع)

ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی

عزیز دوستو!

گزشتہ دو خطوں میں علم اور عمل کی اہمیت کا، ان کی مقصدیت اور وسعتوں کا بیان ہوا۔ اسلام کے اہم اصول نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج کا بیان ہوا۔ اس خط میں ہم تم کو ان دو خطروں سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں جو ان کی مقصدیت اور افادیت کے حصول میں تمہاری بے توجہی یا لاعلمی کے باعث تمہاری تباہی کا باعث بن سکتے ہیں۔

آؤ! سب سے پہلے نیت اور عمل کا تعلق دیکھو۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی اعمال اچھے اور برے ہونے کا دارومدار نیت پر ہے۔ اس حدیث مبارکہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث رسول اکرم ﷺ کے اپنے مجموعہ ''صحیح بخاری'' میں جو قرآن پاک کے بعد صحیح ترین کتاب تسلیم کی جاتی ہے، اس حدیث کو پہلی حدیث کیلئے منتخب فرمایا ہے تاکہ سب مسلمانوں پر یہ بنیادی حقیقت خوب واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ ہماری نیت کو دیکھتا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ نیت اور عمل دو چیزیں ہیں۔ نیت اس کام کی محرک ہے جو دل سے متعلق ہے اور عمل جو جسم سے اور ان میں جو چیز دل سے متعلق ہے وہ اس چیز سے بہتر ہے جو جسم سے متعلق ہے۔ لہٰذا اگر نیت خالص ہو تو عمل بھی خالص ہوگا لیکن اگر نیت میں کچھ ملا جلا ہے تو عمل بھی ملا جلا ہوگا۔ اس لئے حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهٖ یعنی مومن کی نیت اس کے عمل اور کردار سے بہتر ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ نیت کیلئے عمل چاہئے اور عمل بدن سے متعلق ہے۔ یہ بھی اِن دونوں میں جو دل سے تعلق رکھتی ہے، بہتر ہے اس سے جو بدن سے تعلق رکھتی

ہے۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''کیمیائے سعادت'' میں اس بات کو بڑی خوبی سے سمجھایا ہے۔ تمہارے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ دل یاد الٰہی میں مصروف ہے، خواہ وہ بدنی عبادت کیوں نہ ہو، خلوص اور صدق دل کے ساتھ، خواہش نفس سے نکل کر، عقل کے پھندوں سے بچ کر اللہ تعالیٰ کا مطیع ہو جانا ہی مقصودِ یاد و عبادت ہے۔

اب قربانی کی مثال لے لو جو ہم سب عید میں کرتے ہیں۔ بکرے یا گائے کی جان لینا ہمارا مقصد نہیں ہوتا۔ یہ فعل اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ ہمارا یہ اخلاص ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے، جانور کا گوشت یا خون نہیں۔ اگر قربانی کا ارادہ نہیں ہے، گو ہم نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا ہے، تو یہ قربانی نہیں ہے، یہ دکھانے کیلئے ہے۔ اگر ہم دکھاوے کیلئے کریں کہ دوسرے ہمیں اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا سمجھیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قدر کچھ نہیں ہے۔ یوں یہ فعل اکارت (بے فائدہ) ہو جائے گا۔ یہی نہیں بلکہ ڈر ہے کہ ہم کو غفلت میں نہ ڈال دے، یہ کھوٹا سکہ اللہ تعالیٰ کو قبول نہیں، یا نیت کی وہ مثال لو جو حدیث مبارکہ میں آئی ہے کہ اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ و رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت ہجرت کرتا ہے تو اس کا یہ عمل مقبول ہے لیکن اگر اس کی ہجرت کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہے تو اس شخص کی ہجرت اس عورت کیلئے ہوگی (اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں) غرض یہ کہ ہر کام، خواہ وہ ہماری نماز ہی کیوں نہ ہو، نیت پر موقوف ہے۔ ہمارا خیر و خیرات کرنا اگر اپنی شہرت اور اپنی سخاوت کے اظہار کیلئے ہے تو یہ عبادت نہیں، ہرگز عبادت نہیں، محض ڈھونگ ہے۔ یہ غفلت اور بے توجہی کا موجب بنتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی پکڑ ہے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ ہر کام اور عمل سے پہلے ہم اپنی نیت کا جائزہ لیں۔ یہ خوب جان لینا چاہئے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ ہے وہ صرف ہمارا خلوص اور صدق دل ہے، اور ریاکاری، ظاہرداری وبال جان ہے ہاں! یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ ایسے کام میں جو فریضہ ہے، اس کے ساتھ کوئی ذاتی فائدہ حاصل ہوتا ہو تو اس سے فائدہ اٹھا لینا جائز ہے۔ یوں سمجھو کہ اگر کوئی شخص راہ حج میں تجارت بھی کر لے تو اس کا حج تو ہو جائے گا مگر اس کا ثواب ایک مخلص کے حج کے ثواب کے برابر نہ ہوگا۔ چونکہ اس کا حج

ارادہ کے تابع ہے تو اس کا ثواب بالکل ضائع نہ ہوگا البتہ ناقص ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص جہاد کرے اور دل میں یہ بھی تصور لائے کہ اسے مال غنیمت ملے تو اس کا جہاد ضائع نہ ہوگا البتہ ایک مخلص کے جہاد کے برابر اس کا مقام نہ ہوگا۔

اس بیان سے ہماری یہ غرض ہے کہ تم اپنے اعمال میں نظر اپنی نیت پر رکھو، اور نیت میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے حکم سے انحراف نہ ہو، محض دنیاداری اور رسم پرستی تمہاری کسی کام کی موجب نہ ہو۔ ایک اور بات بھی یاد رکھو کہ شیطان تو لَاحَوْلَ سے بھاگ جائے گا لیکن تمہارا نفس تم کو برائیوں پر ابھارنے کی کوشش کرے گا۔ نفس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ عادت پذیر ہے۔ نفس کو جس بات کا عادی بنادو وہ اس کے کرنے کیلئے تمہیں مجبور کرتا رہے گا۔ اس لئے نفس کو اچھے کاموں کا عادی بناؤ۔ وہ کہے گا کہ ایسی نماز کا کیا فائدہ جس میں اِدھر اُدھر کے خیال آتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وسوسوں اور اِدھر اُدھر کے خیالات پر پکڑ نہیں ہوتی۔ ہمارے آقا حبیب خدا ﷺ نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے "جہاں خزانہ ہوتا ہے، وہاں چور ڈاکو آتے ہیں" اس لئے وسوسوں سے پریشان نہ ہو یہاں تک کہ انہیں دور کرنے کی طرف توجہ نہ دو۔ شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ تمہارا دھیان وسوسوں کی طرف رہے اور نماز سے ہٹ جائے۔ تم صرف اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر اپنی نماز اور عبادت میں لگے رہو اور ان کو ہرگز ترک نہ کرو۔ عبادت کے بیان میں ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس کی مزید تشریح کریں گے۔ پس نفس کو اِن عبادات کا عادی بنالو پھر یہی عادت تم کو عبادت کے اعلیٰ مقامات تک پہنچادے گی۔ یہ بھی یاد رہے کہ فرض، فرض ہے، اس کی ادائیگی ہم پر لازم ہے، یہ نہ سوچو کہ کسی عام یا کھلی جگہ نماز پڑھنے کو لوگ تمہاری ظاہرداری سمجھیں گے۔ تم اپنے فرائض سے غافل نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے جو نماز فرض فرمائی ہے، وہ ضرور ادا کرو۔ دوسروں کے کہنے سننے سے فرض ترک نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں اِس حقیقت کا بھی لحاظ رہے کہ جو کام کرنے کے لائق ہے وہ اِس لائق بھی ہے کہ اسے اچھے سے اچھے انداز میں کیا جائے۔ تم رفتہ رفتہ خود اس بات کی اہمیت کو سمجھ لوگے کہ اعمال صالحہ سے غافل نہ ہونا چاہئے۔

اب ایک اور اہم بات تمہارے ذہن نشین ہونا ضروری ہے۔ بعض لوگ محبت اور عمل کو لازم و

ملزوم سمجھتے ہیں۔ دوسروں کی محبت کا اندازہ صرف ان کے عمل سے کرتے ہیں۔ یہ بات ایک حد تک درست ہے کہ اگر تم کسی سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو اس کے کہنے پر عمل کرو لیکن یہ محبت یا حب ایک بہت عظیم حقیقت ہے۔ یہ محض اطاعت تک محدود نہیں، بے شک دل کا تعلق نیت سے ہے اور نیت کا عمل سے لیکن محبت کی دنیا ایک بڑی وسیع دنیا ہے۔ ہمارا کوئی عمل بلکہ سب عمل مل کر اس کے مقابل نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ خود شہادت بھی

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی | حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

البتہ اللہ رب العزت ہمارے ہر عمل کا جس میں خلوص ہے اجر بھی دیتا ہے اور انعام بھی۔ اجر کام کا، انعام خلوص کا۔ مثلاً تمہارا ایک ملازم بڑی محنت اور اطاعت سے تمہاری خدمت کرتا ہے۔ اس کی ساری اطاعت ماں کے پیار کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ ماں کے پیار کی بنیاد محبت ہے۔ اگر تم ماں کی فرمانبرداری اتنی نہ کرو جتنی تمہاری وہ ملازم کرتا ہے تب بھی تمہاری محبت ماں سے کم نہیں ہوتی۔ ملازم کی خدمت کا بدلہ تم تنخواہ سے یا مزید رقم دے کر کر دیتے ہو لیکن تمہارے ماں باپ تمہاری نافرمانی کے باوجود، تمہاری نگہداشت میں کوئی کسر نہیں کرتے اور تمہاری ہر خوشی پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خوب جان لو کہ محبت اور اتباع یا اطاعت ایک چیز نہیں بلکہ ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں۔

اس ضمن میں ''ذکر'' کا کچھ بیان مفید ہوگا، یہ محبت کی ایک نشانی ہے، ذکر ایک یاد ہے جیسے ماں کی یاد میں کسی بدلہ کی توقع نہیں ہوتی اسی طرح یاد الٰہی اور یاد رسول مقبول ﷺ میں کوئی اجر پیش نظر نہیں ہوتا۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا

اس کے باوجود اس کا انعام ہے، اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، اس نے اپنے کلام، قرآن مجید کو ذکر کہا۔ ہمارے زمانہ میں لفظ ''صرف'' ہی نے بڑی آفت ڈھا رکھی ہے۔ یوں سمجھو کہ ذکر کی کئی قسمیں ہیں: ذکر لسانی، ذکر قلبی، ذکر روحی، اس طرح نماز بھی یاد الٰہی کا ایک ذریعہ ہے۔ مال کا خرچ کرنا جبکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہو بڑے اجر کا موجب ہے وغیرہ لیکن کیا ''صرف'' یہی یاد ہے؟ اللہ تعالیٰ کا نام

لینا، بار بار لینا، انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر، بدعت نہیں بلکہ حسن عبادت ہے، ایک احسن بات ہے۔ یہی بات میلاد شریف میں ہے خواہ حضور پاک ﷺ کی کسی حدیث یا کسی عمل کی تلاش میں جانا ہو یا اِس وجود بشری میں حضور پاک ﷺ کی پیدائش کو ایک عظیم نعمت سمجھ کر، کسی کے پاس اس نعمت کے متعلق دریافت کرنے جاتا ہو (جو صحابہ کرام ؓ میں عام تھا) بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اتنی اہمیت کا حامل کہ درود پڑھنے کا حکم ہے۔ نعت کی خوشبو، اس کا سرور، رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حضرت حسان ابن ثابت ؓ کا طریق، اسی طرح محبت بھرے دل والوں کی تلاش اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔

یہ بدعتیں نہیں حسن عبادت ہے، یاد کے مختلف طریقے ہیں۔ یہاں یہ کہنے کی اجازت دو کہ تم اپنی نظر نیت پر رکھو۔ بعض وقت نفرت کے باعث نیتوں پر بھی پردے پڑ جاتے ہیں۔ بات کچھ اور ہوتی ہے کہتے ہم کچھ اور ہیں۔ اس لئے اختلاف سے نفاق اور نا اتفاقی بڑھتی جاتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم محبت، مروّت اور رواداری سے اپنی زندگی کو محروم نہ کریں۔

کچھ پہلے ہم نے اتباع اور محبت کے فرق کو بیان کیا تھا۔ دور حاضر میں مسلمان ایک نازک زمانہ سے گزر رہے ہیں۔ ان کے معمولی سے معمولی اختلاف کو دشمن پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں اور ان کے ایمان و معتقدات بالخصوص حُبِ رسول کریم ﷺ کو متزلزل کرنے کی کوشش میں لگے ہیں اور یہ فتنہ اس ''عالمانہ'' انداز میں پیش کرتے ہیں کہ سادہ مزاج مسلمان کا دھوکا کھا جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہم نے اپنی کتاب ''زادِ راہ'' میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے اور اتباع اور محبت کے فرق کو اسلام اور ایمان کی روشنی میں سمجھایا ہے کہ محبت ایک قلبی کیفیت کا نام ہے اور اتباع اس قلبی کیفیت کا عملاً ظہور۔ اس لئے ایک کو ایمان اور دوسرے کو اسلام سمجھو۔ محبت ایمان کا بیج ہے جو عمل سے تن آور درخت بنتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قلب میں ایک کیفیت ہو جس کا ظہور پوری طرح نہ ہو رہا ہو لیکن ایسا ہونا ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے الگ، اور ایک مسلمان کے ایمان کو اسلام سے الگ نہیں کرتا، وہ راہ حق پر گامزن ہے لیکن اس میں استقامت کی کمی ہے۔ اس کے ظاہر و باطن میں ابھی تک یکسانیت پیدا نہیں ہوئی جو اسلام کی روح ہے۔ محبت ہی کائنات کی ابتدا ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنی صفات دیکھنے کی ہوک (دلی

خواہش) بنی اور نور محمدی ﷺ کی تخلیق کا باعث بنی اور پھر یہی محبت حضور انور ﷺ کے قلب اطہر میں غم امت بن کر ظاہر ہوئی اور یہ محبت اتباع رسول مقبول ﷺ کا موجب بنی اور ہر امتی کے دکھ درد میں شریک ہونے کیلئے سب امتیوں کے دلوں سے ایک ربط کی ضامن بنی۔ گویا محبت ہی ابتدا ہے، محبت سے ادب، ادب سے تعظیم، تعظیم سے تعمیل کی دولت ملتی ہے اور عمل کی غایت (انتہا، انجام) بھی محبت ہی بن جاتی ہے۔ دراصل محبت ایک عطا ہے۔ عطا کا حکم نہیں ہوتا، خود عطا فرماتا ہے اس لئے تم کو اتباع کا شوق دلایا ہے لیکن محبت سے غفلت بڑی بدنصیبی ہے۔ یاد رکھو! محبت کا تعلق نسبت سے ہے، وہ نسبت جو کسی کی یاد سے آتی ہے اور اتباع کا تعلق اطاعت سے ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ہیں ان ﷺ کی اتباع کرو، اطاعت فرض ہے۔

محبت غلطی کے باوجود ایک قیمت رکھتی ہے

حدیث مبارکہ میں ذکر آتا ہے کہ ایک شخص نے شراب پی اور اس پر حد قائم ہوگئی، دوسری بار وہی جرم کیا اور سزا پائی، تیسری بار جب اس نے اس جرم کا ارتکاب کیا تو لوگوں نے اسے برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا "بے شک اس کو سزا دو لیکن اسے برا بھلا نہ کہو اس کے دل میں میری محبت ہے" البتہ یہ جان لو کہ اگر اتباع بغیر محبت رسول مقبول ﷺ کے ہو تو اس کو اتباع نہ کہیں گے۔ اتباع کے معنی ہی ہیں "ظاہر و باطن کی یکسانیت کے ساتھ نیک کاموں میں مشغول ہونا"۔

حضور انور ﷺ نے خبر دی ہے "ایک زمانہ قرب قیامت میں ایسا آئے گا کہ مسلمان ظاہری تقویٰ سے اس قدر آراستہ ہوں گے کہ ان پر فرشتوں کا دھوکا ہوگا لیکن کلمہ ان کے حلق کے نیچے نہ اترا ہوگا"، یعنی ان کے قلوب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ (کلمہ کی یکائی) سے یکسر خالی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے اس بات سے کہ ہم کلمہ کے ٹکڑے کریں اور اتباع کو محبت سے اور محبت کو اتباع سے الگ الگ کرنے کی کوشش میں اپنی عزیز زندگی گزار دیں۔ آمین!

ہمارے بزرگ رحمہم اللہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی محبت دلوں میں ڈالتے رہے اور ان ہی کی اطاعت اور اتباع کی دعوت دیتے رہے لیکن آج کل جس فتنہ کے تحت ہم کو یہ درس

دیا جارہا ہے، وہ یہودی فتنہ ہے۔ اس میں ایک طرف ظاہر کی آراستگی پر اکتفا ہے تو دوسری جانب ہمارے قلوب سے حبِ رسول مقبول ﷺ نکال ڈالنے کی بھرپور کوشش شامل ہے اور اس کیلئے دنیائے اسلام میں سیاسی اور معاشرتی حالات کے تحت مختلف حربے استعمال کیے جارہے ہیں۔

ناانصافی ہوگی اگر ان گزارشات کو کسی گروہ سے متعلق کیا جائے۔ یہ عاجز جو کچھ عرض کررہا ہے اس کا مدعا صرف اس فتنہ کی طرف تمہاری توجہ مبذول کرنا ہے خود تمہارا قلب اس کی نشاندہی کردے گا۔ شرطِ ایمان ہے! مسلمانوں نے ہمیشہ ہر فتنہ کا مقابلہ حبِ رسول مقبول ﷺ سے کیا ہے جو ہمارے نکتہ ایمانی ہیں یعنی محمد رسول اللہ (ﷺ) کلمہ طیبہ کی شہادت عظمیٰ اس بات کو واضح کررہی ہے کہ

''حضور اکرم ﷺ کے باور (یقین) پر باور کا نام ایمان ہے''

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بہنو! مجھے امید ہے کہ تم فتنوں سے متاثر نہ ہوگے اور اسلام کی بنیاد کو جو کلمہ طیبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے نیک نیتی اور عمل پر ہے، اپنا شعار اور نصب العین بناؤ گے۔

آؤ

بارگاہ رب العزت میں التجا کریں کہ

خدا کی حمد کرے، ذکرِ مصطفیٰ نہ کرے

ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں! خدا نہ کرے

دعاگو

تمہارا

بھائی میاں (سید حامد حسن بلگرامی)

(ماخوذ از ''تنویر سحر'' از ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی)

غزل

حبیب جالب

اب تیری ضرورت بھی بہت کم ہے مری جاں
اب شوق کا کچھ اور ہی عالم ہے مری جاں

اب تذکرۂ خندۂ گل بار ہے جی پر
جاں وقفِ غمِ گریۂ شبنم ہے مری جاں

رخ پر ترے بکھری ہوئی یہ زلفِ سیہ تاب
تصویرِ پریشانی عالم ہے مری جاں

یہ کیا کہ تجھے بھی ہے زمانے سے شکایت
یہ کیا کہ تری آنکھ بھی پُر نم ہے مری جاں

ہم سادہ دلوں پر یہ شب غم کا تسلط
مایوس نہ ہو اور کوئی دم ہے مری جاں

یہ تیری توجہ کا ہے اعجاز کہ مجھ سے
ہر شخص ترے شہر کا برہم ہے میری جاں

اے نزہتِ مہتاب، ترا غم ہے مری زیست
اے نازشِ خورشید! ترا غم ہے مری جاں

اسلام میں علم کا مقام

پروفیسر غلام مصطفیٰ شعبہ سیاسیات یونیورسٹی پشاور

اسلام میں دوسری انسانی اقدار کی طرح علم کو ایک خاص مقام اور اہمیت حاصل ہے۔ دوسرے ادیان اور مکاتب فکر میں علم کی جو اہمیت ہے اس کے مقابلے میں اسلام نے علم کو جو مقام دیا ہے اس کی حیثیت امتیازی ہے اور یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے۔ اسلامی تہذیب وتمدن اور ثقافت کے دائرے میں اور اسلام کے مضبوط اور قابل قدر علمی مراکز میں تاریخ اسلام کے طویل دور میں علم کو جو فضلیت حاصل رہی ہے وہ اہل علم سے ہرگز پوشیدہ نہیں اور جیسا کہ شواہد سے ظاہر ہے اگر یہ دعویٰ کیا جائے تو ہرگز مبالغہ آمیزی نہیں ہوگی کہ مسلمان مختلف میدانوں میں وسیع پہلوؤں کے ساتھ علوم و معارف کے بانی ہیں۔

لیکن افسوس کہ مغربی تہذیب کے استعماری اثر کی وجہ سے مسلمان اپنے آپ سے اِس قدر بیگانہ ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنی حقیقت کو اِس حد تک فراموش کر دیا ہے اور مغربی تہذیب کے تسلط نے اُن کی عقل وفکر کی استعداد کو اِس قدر متاثر کر دیا ہے کہ آج اگر نہایت یقینی اور معتبر علمی وتاریخی دلائل اور شواہد ظاہر کر دیئے جائیں تب بھی وہ اِس امر کو نگاہ حیرت سے دیکھتے ہیں اور اِس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ اِس بات پر یقین کرتے ہیں کہ وہ تمام علوم میں غیر ملکی تہذیب وثقافت کے محتاج ہیں اگرچہ یہ بات بذات خود بڑی تاسف انگیز ہے۔

لیکن اِس سے بھی افسوسناک امر یہ ہے کہ بے شمار مغربی دانشوروں اور مفکروں کے اعتراف کے باوجود جنہوں نے اِس معاملے میں حق وانصاف کی رعایت کرتے ہوئے اسلامی تہذیب وتمدن کے بلند مقام کو تسلیم کیا ہے اور مختلف علوم میں مسلمانوں کے پیشرو ہونے کا نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ ان کو تحسین وآفرین بھی کہا ہے۔ اِس حقیقت کے باوجود مسلمانوں کا یہ یقین کہ علمی ترقی غیر ملکی تہذیبوں کا دین ہے ان کے سروں پر ایک بھوت کی طرح سوار ہے جس نے ان کے ذہن وفکر پر اور عقل وشعور اور

ارادے پر اپنا منحوس سایہ ڈال رکھا ہے یہی باطل خیال اور یہی فاسد عقیدہ اِس امر کا سبب ہے کہ مسلمانوں نے آج تک اِس امر میں تحقیق وجستجو کی طرف بہت کم توجہ دی۔ اگر مغربی مفکرین کے ان خیالات کو جمع کیا جائے جو انہوں نے مسلمانوں کی علمی کاوشوں کے بارے میں ظاہر کئے ہیں تو بلاشبہ اسلام اور مسلمانوں کی عظمت میں ایک عظیم الشان کتاب تیار ہو جائے گی جو مسلمانوں کی ثقافت، اُن کے علم وتمدن کیلئے ایک خراج تحسین سے کم نہ ہوگی۔ یہاں پر ضروری نظر آتا ہے کہ مغربی مفکرین کے اعترافات کا کچھ حصہ چاہے وہ مختصر اشارات کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو بیان کیا جائے تا کہ سب پر حقیقت ظاہر ہو جائے۔

۱: فرانسیسی دانشور گستاولوبون لکھتا ہے "سب سے پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ دنیا میں ایسی قومیں کمتر پائی جاتی ہیں جنھیں تہذیب وتمدن کے اعتبار سے اسلام کے پیروؤں پر فوقیت حاصل ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو حیرت انگیز ترقی مسلمانوں نے بہت کم مدت میں علوم وفنون میں حاصل کر لی وہ کسی دوسری قوم کو میسر نہیں ہوئی اور مذہبی نقطہ نظر سے مسلمانوں نے ایک ایسا مذہب تشکیل دیا جو ابھی تک دنیا کے زندہ ترین مذہبوں میں شمار ہوتا ہے مسلمانوں کی عقلی وفکری اور اخلاقی خصوصیات کے بارے مین اتنا کہنا کافی ہے کہ انہوں نے یورپ کو سکھایا اور اسے تہذیب وتمدن کے دائرے میں داخل کیا ہے"۔

۲: لیری جو ایک مشہور فرانسیسی دانشور ہے کہتا ہے "اگر تاریخ میں اسلام اور مسلمان پیدا نہ ہوتے تو یورپ کی علمی زندگی ابھی کچھ صدیاں پیچھے ہوتی"۔

۳: عظیم انگریز اہل قلم برناڈ شا لکھتا ہے "دنیا بھر میں علم اور فلسفے کی ترقی اسلام سے تخصص رکھتی ہے"۔

۴: جوزف ماک کاپ لکھتا ہے "ہمیں کسی قوم کی تاریخ میں یہ بات نہیں ملتی کہ اِس طرح لوگوں کا ایک گروہ علم کی جستجو میں لگ جائے اور معاشرے کے تمام طبقات کے دلوں میں علم اور ہنر اِس قدر گھر کر جائے یہ بات صرف اسلام میں ملتی ہے"۔

۵: رنبورٹ کہتا ہے "اِس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ علوم طبعی، فلکیات، فلسفہ اور ریاضیات جنہوں نے دسویں صدی کے یورپ کو زندہ کر دیا یہ قرآن سے لئے گئے تھے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ

یورپ اسلام کا مرہون منت ہے"۔

مغربی مفکرین کے یہ اعترافات اس حقیقت کی نقاب کشائی کرتے ہیں کہ اسلام نے علم وثقافت کی نشر واشاعت اور اس کی ترویج وترقی کی طرف خاص توجہ دی ہے۔ اگر ہم اسلام میں علم کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ تہذیب وتمدن، ثقافت اور علم کے میدان میں مسلمان دانشوروں کی کامیابی کا بنیادی سبب اور اس تمام عظمت و بزرگی اور افتخار کی اصل وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کو اسلام کی بنیادی تعلیم وتربیت پر بڑا پکا اعتقاد تھا کیونکہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو کلی طور پر جامع اور مکمل ہے جس کے پاس انسان کی مادی اور معنوی ضرورتوں کے جواب موجود ہیں جو مختلف پہلوؤں سے انفرادی اور اجتماعی زندگی کیلئے صحیح حل پیش کرتا ہے اور اسلام انسان کو تخلیق کے ایک اعلیٰ ترین نمونے کے طور پر متعارف کراتا ہے جو علم ومعرفت میں درجہ کمال تک کامیابی حاصل کرنے کا اہل ہے۔

بقیہ: خطبات الحسنیه

تاکہ تم ان کے شر سے بچ جاؤ، ان کی صحبت سے بچ جاؤ جب ایسے ظالم تمہیں نظر آ جائیں، قرآن مجید نے فرمایا فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (الانعام ۶ : ۶۸) ترجمہ: تو یاد آئے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔ (کنز الایمان)

جب تم سمجھ جاؤ، جب تمہارے پاس نصیحت آ گئی، قرآن تمہارے پاس آ گیا، پیارے محبوب ﷺ تمہارے پاس آ گئے اور انہوں نے کھول کھول کر تمہیں ساری باتیں بتا دیں، اب ظالم کی شناخت بھی کرا دی، منافق کی شناخت بھی کرا دی، کافر کی شناخت بھی کرا دی تو تمہیں اب کوئی حق نہیں کہ تم منافق کی صحبت میں جاؤ۔ پس اس کے بعد منافقوں کی صحبت میں نہ جاؤ، منافقوں کے پاس نہ بیٹھو کیونکہ وہاں شر ہے، وہ تمہارے ایمان کو برباد کر دیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ مجھے بھی اور آپ کو بھی نیکی کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن پاک سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے --- آمین!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

گمشدہ ڈائری کا ایک ورق

علاؤالدین عدیم

(جمعۃ المبارک ۳۰ اپریل ۱۹۸۲ء / ۵ رجب ۱۴۰۲ء)

حضرت قبلہ ام پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی گزشتہ جمعہ سے علیل تھے۔ تپ اور سوزشِ بول کی تکلیف تھی۔ اب اس تکلیف سے افاقہ تھا مگر نقاہت بہت زیادہ تھی۔ شیخ سلیم اللہ، اعظم خان، ڈاکٹر اسلم اور راقم حاضر ہوئے تو باوجود نقاہت کے شرفِ ملاقات بخشا۔ بعد میں جمیل احمد بھی نمازِ عصر کی ادائیگی کے دوران ہمارے ساتھ آ شامل ہوئے۔ حضرت صاحب کے فرزند محمد سعید خان غالباً آپ کی عیادت ہی کے سلسلہ میں ملتان سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ حاضرین کی اس خواہش کے باوجود کہ کمزوری کے باعث حضور اپنے آرام کو چھوڑ کر مجلس نہ فرمائیں مگر پھر بھی یہ کمال عنایت وشفقت کہ ہمیں وقت دیا۔ اگرچہ بیٹھ نہیں سکتے تھے اور صوفہ پر دراز ہو گئے۔ سلسلہ کلام کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا خدا کی خاطر ایک لحظہ کیلئے بیٹھنا بھی وزن کے لحاظ سے بہت بھاری ہے۔ بڑا آدمی وہ ہے جو خدا اور رسول ﷺ کے نزدیک بڑا ہے۔ بڑائی کا معیار اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم ﷺ کی محبت ہے۔ لوگ خواہ اس حقیقت کو جانیں یا نہ جانیں۔ یار راضی ہو تو سب ٹھیک ہے، خواہ سب جہان ناراض ہو تو بھی پرواہ نہیں اگر یار راضی ہو۔

نفس کا حق: فرمایا کہ خدا کے بندے نہیں بولتے جب تک کہ انہیں بولنے کا حکم نہیں ہوتا۔ وہ نفس کو اس کا حق تو دیتے ہیں مگر حظ نہیں دیتے کیونکہ "خوردن برائے زیستن وذکر کردن است" کھانا اس قدر چاہئے کہ صحت وتوانائی برقرار رہے، بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکے، مقصد یہ ہے کہ عمل خواہ تھوڑا سا بھی ہو مگر خدا کی خاطر ہونا چاہئے۔

نقطہ: حضرت قبلہ نے فرمایا اہل اللہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، (باقی صفحہ آخر پر

ہیپاٹائٹس

نور صبا -- ایم بی بی ایس (فائنل ایئر)

لفظ ہیپاٹائٹس دو مختلف الفاظ کا مجموعہ ہے یعنی "ہیپا" بمعنی جگر اور "آئٹس" بمعنی سوزش۔ ہیپاٹائٹس میں جگر صحیح طور پر اپنا کام سرانجام نہیں دے پاتا جس کے باعث معدے اور آنتوں سے مختلف زہریلے کیمیا خون میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ہیپاٹائٹس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں بیکٹیریا، وائرس، مختلف قسم کی ادویات، جڑی بوٹیاں، خوراک میں شامل مختلف قسم کے زہریلے اجزاء اور خودکش مدافعتی نظام (auto-immune) شامل ہیں۔ آج کل وائرس سے پھیلنے والے ہیپاٹائٹس نے بہت تباہی پھیلا رکھی ہے۔ اس سے متعلق عوام الناس مختلف شبہوں اور غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں، ہم مزید بحث صرف اسی وائرل ہیپاٹائٹس (viral Hepatitis) سے متعلق کریں گے۔

وائرل ہیپاٹائٹس کی اقسام

١: ہیپاٹائٹس اے۔ ٢: ہیپاٹائٹس بی۔ ٣: ہیپاٹائٹس سی (یہ اقسام عام ہیں)

٤: ہیپاٹائٹس ڈی۔ ٥: ہیپاٹائٹس ای۔ ٦: ہیپاٹائٹس جی (یہ اقسام غیر عام ہیں)

پھیلاؤ: ہیپاٹائٹس اے، ای اور جی عام طور پر خوراک، پانی، پیشاب، پاخانہ اور تھوک سے ہو سکتے ہیں۔ ہیپاٹائٹس بی، سی اور ڈی عام طور پر خون، حاملہ عورت سے بچے، غیر ازدواجی اور غیر فطری طرزِ عمل سے ہو سکتا ہے، بعض اوقات یہ دودھ پلانے سے بھی ہو سکتا ہے۔

ہیپاٹائٹس اے، ای اور جی عام طور پر چار سے چھ ہفتے تک رہتا ہے، اس دوران اگر مریض جانبر ہو جائے تو مریض سے اس مرض کے تمام اثرات ختم ہو جاتے ہیں بلکہ اکثر اوقات یہ آئندہ اس قسم کے ہیپاٹائٹس کیلئے ویکسین کا کام بھی دیتا ہے اور دوبارہ اس کے ہونے کا امکان تقریباً ختم ہو جاتا ہے

ہیپاٹائٹس ای خاص طور پر حاملہ خواتین کو اکثر حمل کے چوتھے یا پانچویں مہینے میں لگتا ہے اور لگ جانے کی صورت میں تیس تا چالیس فیصد زچگی کی اموات کا باعث بنتا ہے۔ اسی لئے حمل میں ہونے والے ہیپاٹائٹس کو خاص طور پر ہیپاٹائٹس ای کیلئے ٹسٹ کروانا چاہئے۔ علاوہ ازیں ہیپاٹائٹس اے، ای اور جی کا لمبے دورانیہ میں بدن اور جگر پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے مزید بحث ہم لمبے دورانیہ کیلئے خطرناک اور اکثر اوقات جان لیوا ہیپاٹائٹس بی، سی اور ڈی پر کریں گے۔

ہیپاٹائٹس بی، سی اور ڈی کے متاثرین

۱: بغیر ٹسٹ (screening) کے خون کا غیر ضروری انتقال کرنے والے۔

۲: محکمہ صحت سے متعلق افراد جن کا ہیپاٹائٹس بی، سی سے متاثرہ افراد کے خون سے زیادہ قرب ہوسکتا ہے مثلاً ڈاکٹر، نرس، ڈسپنسر، لیڈی ہیلتھ ورکر، دائیاں وغیرہ۔

۳: متاثرہ بیوی یا خاوند سے ایک دوسرے کو۔

۴: نشہ کرنے والے افراد جو ایک دوسرے کی سرنجیں استعمال کرتے ہیں۔

5: ایک ہی سرنج سے ایک سے زیادہ ٹیکے لگانے والے۔

۶: حاملہ خواتین سے دوران زچگی بچے کو۔

۷: غیر فطری اور غیر ازدواجی تعلقات رکھنے والوں میں۔

۸: حجام کا ایک بلیڈ سے بہت سارے لوگوں کی شیو بنانے سے خاص کر جب کہ زخم بن جائے۔

۹: غیر ضروری اور ٹیکوں سے بھری ہوئی ڈرپوں کے لگانے پر۔

علامات: ہیپاٹائٹس اے، ای اور جی میں اکثر یرقان (جسم کا پیلا پڑ جانا ہوتا ہے) جبکہ ہیپاٹائٹس بی اور سی میں اکثر یرقان نہیں ہوتا ہے۔ مریض معمول میں اپنے ٹسٹ کروانے پر اس سے آگاہ ہوتا ہے خاص کر ستانوے فیصد ہیپاٹائٹس سی کے متاثرین کو کوئی خاص علامت نہیں ہوتی اور اس وجہ سے اس مرض کی تشخیص میں اکثر دیر لگ جاتی ہے۔ چند علامات جو کہ ایسے مریض بتاتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱: سستی، تھکاوٹ، کاہلی
۲: بدن کے مختلف حصوں میں درد ہونا
۳: پیٹ میں درد، قے آنا، متلی ہونا۔
۴: بھوک کم لگنا
۵: نزلہ، زکام، سردرد، بخار
۶: خارش (چند مریضوں میں)
۷: دست
۸: پیلا سرخی مائل چھوٹا پیشاب
۹: سفیدی یا ریت مائل پاخانہ (اکثر ہیپا ٹائٹس اے، ای میں)

تشخیص: اس کیلئے اکثر خون کے ٹسٹ کروائے جاتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں

لیور فنکشن ٹسٹ (L.F.Ts): اس میں تین ٹسٹ کروائے جاتے ہیں

۱: **Bilrubin:** یہ زردی پیدا کرنے والا رنگ ہے۔ بذاتِ خود اس کی اہمیت صرف یرقان کی مقدار دکھانے کیلئے ہوتی ہے۔ ہیپا ٹائٹس بی، سی میں اکثر یہ نارمل ہوتا ہے۔

۲: **(S.G.P.T) یا (A.L.T):** یہ ٹسٹ جگر کے خلیوں میں ہونے والی توڑ پھوڑ کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ خاص ٹسٹ ہے جو کہ اکثر مریضوں میں زیادہ ہوتا ہے، یہ مرض کی زیادتی ظاہر کرتا ہے۔

۳: **Alkaline Phosphatase:** یہ جگر سے نکلنے والی نالیوں میں بندش کو ظاہر کرتا ہے۔

۴: **وائرس کیلئے خاص ٹسٹ:** خون میں عام طور پر ہیپا ٹائٹس بی کیلئے H.B.S-Ag کیا جاتا ہے اور ہیپا ٹائٹس سی کیلئے Anti-H.C.V Anti bodies کیا جاتا ہے۔

۵: **P.C.R:** یہ ٹسٹ مہنگا اور غیر عام ٹسٹ ہے جس میں خود ہیپا ٹائٹس بی اور سی کو گردش میں ہوتے ہوئے پکڑا جاتا ہے، یہ علاج کیلئے ضروری ہے کیونکہ H.B.S-Ag اور Anti-H.C.V Anti-bodies اگر پازیٹو بھی ہوں لیکن ان وائرس کا P.C.R نیگیٹو ہو تو مزید علاج کی ضرورت نہیں ہوتی۔

پیشاب میں ٹسٹ اکثر غیر ضروری اور غیر کارگر ہوتے ہیں۔ الٹرا ساؤنڈ کی ہیپا ٹائٹس کی اکثریت

میں ضرورت نہیں ہوتی ۔ یہ بلاوجہ اور مریض کیلئے مالی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ایک صورت جس میں یہ کارگر ہوتا ہے وہ cirrhosis liver کی ہے۔ یہ حالت جگر میں پندرہ یا بیس سال سے ہیپاٹائٹس بی اور سی کے وائرس کی موجودگی کے باعث ہوتی ہے جس میں جگر مکمل طور پر سکڑ جاتا ہے اور مزید کام کے قابل نہیں رہتا۔ ہیپاٹائٹس سے متعلق اکثر اموات اسی cirrhosis کی حالت میں ہوتی ہیں ۔ پس ہیپاٹائٹس کی ہر حالت cirrhosis نہیں ہوتی اور اسی طرح cirrhosis liver کی ہر حالت ہیپاٹائٹس نہیں ہوتی کیونکہ cirrhosi کی ہیپاٹائٹس بی اور سی کے علاوہ اور بھی بہت ساری وجوہات ہیں۔

علاج: جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے ہیپاٹائٹس اے، ای، جی میں صرف علامتی اور supportive علاج کیا جاتا ہے تا آنکہ یہ جراثیم بدن سے مکمل طور پر خارج ہو جائیں، اس کا کوئی خاص علاج نہیں ہے۔ ہیپاٹائٹس بی اور سی میں صورتحال ذرا مختلف ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ہیپاٹائٹس بی اور سی اگر آج ایک ساتھ سو افراد کو (خدانخواستہ) ہو جائے تو ہیپاٹائٹس بی میں نوے فیصد افراد چھ ماہ کے اندر خود بخود بغیر کسی علاج کے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ اب یہ ڈاکٹر یا حکیم کے ظرف پر منحصر ہے کہ وہ خود بخود ٹھیک ہو جانے والے مرض کا سہرا اپنے سر لیتا ہے یا نہیں۔ ہیپاٹائٹس سی میں یہ شرح صرف بیس فیصد ہے اسی طرح ہیپاٹائٹس بی میں صرف دس فیصد ہے۔ ہیپاٹائٹس سی میں اسی فیصد افراد کو خاص علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اس صورتحال میں P.C.R کروانے کی ضرورت ہوتی ہے اگر P.C.R کا نتیجہ پازیٹو نکلتا ہے تو تب ان مریضوں کو چھ ماہ تک ہر ہفتہ میں تین ٹیکے چمڑے کے نیچے لگائے جاتے ہیں۔ یہ ٹیکے Interferon کے ہوتے ہیں اور ان پر پچاس ہزار سے ایک لاکھ تک کا خرچہ ہوتا ہے۔

احتیاطی تدابیر: آپ نے دیکھا کہ بظاہر معمولی سی غلطی انسان کو ایک جان لیوا اور مہنگے مرض میں مبتلا کر دیتی ہے اس لئے

ا: خون کے انتقال سے پہلے ہیپاٹائٹس بی اور سی کا ٹسٹ ضرور کروالیں اور اس سلسلہ میں پیشہ ور خون

فروشوں سے بچیں۔

۲: غیر ضروری انجکشن اور ڈرپ نہ لگائیں اور نہ ان پر بلاوجہ اصرار کریں۔

۳: ہر اس علاج میں جس میں خون شامل ہو صاف ستھرے آلات (مکمل sterilized) کا استعمال کریں مثلاً ختنہ، آپریشن، دانتوں کا مشینی علاج اور اس سے متعلق ٹیکے اور اوزار کا استعمال صرف تربیت یافتہ اور مجاز عملے سے کراوئیں اور اس کیلئے اصرار کریں۔

۴: شیو کیلئے بلیڈ صرف ایک بار استعمال کریں اور پھر اسے ضائع کر دیں، اپنے حجام سے بھی اس کا مطالبہ کریں۔

۵: قربت کے تعلق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا خاص خیال رکھیں۔

۶: عطائیت سے وابستہ لوگوں سے التماس ہے کہ وہ بہ اقتدائے حدیث مبارک ہر مریض کو اپنا بھائی، بہن، باپ یا ماں کا درجہ دے کر ان کیلئے وہی پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔

حکومت سے التماس ہے کہ تمام غیر قانونی عطائیوں پر پابندی لگا کر آئندہ نسلوں کو بچائیں کیونکہ اس وقت پاکستان میں دس سے پندرہ فیصد افراد ہیپا ٹائٹس بی اور سی میں مبتلا ہیں اور یہ بات ایڈز سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

بقیہ: گمشدہ ڈائری کا ایک ورق

جاگنا سب خدا کیلئے ہوتا ہے اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَ الْبُغْضُ لِلّٰہِ اس کی بڑی قدر ہے۔ فرمایا اگر کوئی گُر کی بات پوچھے تو بات صرف ایک نقطہ کی ہے، سمجھ آجائے تو انقلاب آجاتا ہے۔ حرف ع (عین) اور غ (غین) میں فرق محض ایک نقطہ ہی کا تو ہے۔

نیت: حضرت قبلہ نے فرمایا اصل چیز نیت ہے، حدیث پاک میں ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ لوگ سماجی خدمت (سوشل ورک) کرتے ہیں مگر نیت نام و نمود کی ہوتی ہے، اگر نیت خدا کی خوشنودی ہو تو بظاہر اگر کام دنیا کا بھی ہو وہ کار ثواب بن جاتا ہے۔